

زندانی حماقت

یہ ایک مہمل سانام ہے لیکن اس سے اچھا نام میرے
ذہن میں کوئی نہیں آتا۔ اس میں دونوں خوبیاں موجود
ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام احمق کا ہے، اور یہ
بھی کہ جیل میں لکھا گیا ہے۔ والسلام

احمق
اسیر قید فرنگ
از ستم کدہ آگرہ

۱۳ مارچ ۱۹۲۲ء

تقاریف

انحضرت مولینا سید عارف حسین صاحب عارف ہمسوی مدظلہ

حضرت احمق سے آج سے پہلے بھی مجھے غائبانہ نیاز حاصل تھا۔ ان کے ظریفانہ کلام نے جو مختلف موقت الشیوع رسائل اور ملکی روزانہ اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوا اس نے ایک مستمیز گرویدگی میرے اندر پیدا کر دی تھی۔ زمانہ فرنگ کی بھلہ دیکریکات کے میں اسکو بھی ایک دشمن دستر برکت سمجھتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ جیل آگروہ میں حضرت احمق سے ملاقات نصیب ہوئی اور انکے تازہ ترین کلام سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان کی پُرلطف صحبت نے زمانہ فرنگ میرے لئے بہشت زار دستر بنا دیا اور اس قفس انسانی کے اندر ان کی غزل سرائیوں نے نعمہ بختان جین کی یاد تازہ کر دی۔

کلام احمق کے متعدد مختصر مجموعے شائع ہو کر ملک ملت سے خارج تحمین وصول کر چکے ہیں اب آپکا ارادہ ہے کہ ایک مجموعہ حیات بھی شائع کریں جس میں صرف وہ کلام موجود دوران ادائے سنت پوشی میں جمع ہو گیا ہے۔ اس کے لئے ازراہ محبت مجھے بھی حکم ملا کہ بطور تقریب یا تقریب کے چند نظریات لکھوں، واقعہ یہ ہے کہ اگر احمق صاحب حکم بھی نہ ہوتا اور کوئی دوسرا غیر متعلق شخص بھی آپکے کلام پر مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتا تو میں بعد شوق قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور بہت سا کاغذ سیاہ کر کے اٹھا حالانکہ میرا ذوق ادب اس صنف خاص میں بہت بخیل واقع ہوا ہے مگر اس کو کیا

یکجے کہ کلامِ احمق کچھ اپنے اندر ایسی ہی خصوصیات رکھتا ہے کہ جہاں اس کو ایک حیثیت سے رکشتِ زعفران کہا جاسکتا ہے وہاں ایک دوسری حیثیت کو بلخو طر کھکھک دفر موعظتِ درسِ عبرت کا لقب بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر صرف تغزل کے نقطہ نظر سے دیکھئے تو بھی ان کی غزلوں میں سے بہت سے ایسے شعر منتخب کئے جاسکتے ہیں جو وجدانِ صمیم اور مذاقِ سلیم کے سر دھتے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت احمق کی نہ صرف صورت بلکہ ان کا کلام بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے آپ کو نہایت رساطبیت، صمیم مذاق اور اثر پذیر قلب عطا فرمایا ہے اور ان ہر لمحہ اور ہر جھلک ان کے کلام میں نظر آتی ہے۔ ان کے کلام میں ظرافت غالب معلوم ہوتی ہے مگر ظرافتِ محض بہت کم ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر اکبر مرحوم کی طرح ان کی ظرافتِ عبرت و موعظت کا کوئی نہ کوئی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے کبھی سیاست کبھی مذہب اور کبھی معاشرت غرض کہ زندگی کے مختلف شعبوں پر وہ ظریفانہ اندازِ بیان سے روشنی ڈالتی ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت احمق جناب اکبر مرحوم ہیں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اگر شوقِ سخن جاری رہی تو ایک زمانہ آئیگا کہ وہ مرحوم کے جمیع جانشین کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے ظرافت کے علاوہ ان کے رنگِ تغزل کو ابھی کسی استاد سے مانا و مشابہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کسی ایک رنگ کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ مختلف چمنوں سے گلچینی کر کے اپنا گلہ استہ سخن تیار کرتے ہیں یعنی کبھی داغ کے رنگ میں کوئی شعر کہہ جاتے ہیں اور کبھی طرزِ مومن میں نغمہ سنجی کرتے ہیں اور کبھی کسی اور کے طرزِ بیان میں لیکن بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ مذاقِ سلیم ایک خاص راستے پر انکو ڈال دیا جائے جو

نہایت دلکش و دلپذیر ہو گا۔ تجلید و محاکات کے علاوہ دو چیزوں کی اور ضرورت ہوتی ہے ایک زبان کا نرم اور دوسرے جذبات کی پاکیزگی اور خیال کی رعنائی اور یہ سب امور حضرت احمق میں موجود ہیں۔

بہر حال حضرت احمق کا گرامی قدر وجود اور انکی مطبوعہ دلپذیر نغمہ سرائیاں اس وقت جیل کے اندر ہم سب کے لئے عموماً اور میرے لئے خصوصاً ایک ایسی کشش اپنے اندر رکھتے ہیں کہ میری گردیدگی ان کے ساتھ محبوب کے درجہ تک پہنچ گئی ہے جس کا نتیجہ اب یہ ہے کہ آپ کی فیض آباد جیل کی روانگی نے میرے اندر تہلکہ سا ڈال دیا ہے، اگرچہ جیل چند احباب کی وجہ سے ایک چمن زار بن گیا تھا۔ ان میں احمق صاحب کا نام صنفِ اول میں تھا۔ بالخصوص جو مشاعرہ یہاں ہفتہ واسقہ ہوتا ہے اسکی تو آپ جان تھے اور روزانہ جو صحبتیں ہو رہی تھیں ان کے رکنِ اعظم بھی آپ ہی تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عزیز و محبوب ہستی کا زبردستی ہم سے چھن جانا کس درجہ اندوہناک ہو گا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جیل سے باہر جیل کی صحبتیں اور جیل کے اندر حضرت احمق کی لطف کاریاں ہمیشہ یاد رہیں گی فیض آباد کا جیلخانہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ قفسِ آگرہ کا بلبل ہزار داستان اس میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ میں نے یہ چند سطریں بالخصوص اس لئے لکھ دیں کہ اگر احمق کی معیت کے شرف سے مجھے محروم کر دیا گیا تو کم از کم میری یہ تحریر ان کو میری یاد دلاتی رہے۔

فقیر عارف ہمسوی کان اللہ
ڈسٹرکٹ جیل آگرہ۔ ۱۹ فروری ۱۹۶۲ء

ارخطیب العلماء مولانا ذیر احمد صاحب نجدی

حمداً للمولى الحمد والالغام وعلى النبی مصلیاً بسلام
یا حبذا فی هذه الايام هبت نسیم صبا هبوب دام

اس عہد مظالم میں جہاں دشمنانِ دین و ملت نے ایک طرف بیچ کنی اسلام کی نیت سے خلافتِ عظمیٰ کو ضرر پہنچایا، مقاماتِ مقدسہ کی حرمت پر حملہ کیا، حرمِ محترم میں گنہگاروں کا عینِ حالتِ نماز میں خون بہایا، ترکوں پر ناقِ ظلم و ستم توڑے۔ بددیووں کو انکی مخالفت پر لالچ دے کر اُبھارا۔ مخالفوں کو طرح طرح کی امداد سے یُجرات دلائی کہ وہ ترکوں کے بیکن پچوں، بے بس عورتوں، ضعیف و نحیف بوڑھوں کو بے دردی و بربریت کا شکار بنائیں۔ قرآنِ مجید کی بے ادبی سے مسلمانانِ عالم کے قلوب زخمی کریں۔

دوسری جانب سر جیمس ٹن، سر ایسکل اوڈوئر کے اشاروں پر سٹراٹلر اور جنرل ڈائر کے ہاتھوں سفاکی و خوریزی کی وہ بنیاد رکھی کہ اب جس دشتِ نواز مغربی کا جی چاہتا ہے وہ موقع دے موقع اس نمونہ سے سبق لیتے ہوئے نئے نئے ہندوستانیوں کی خوریزی کا تماشہ دیکھتا ہے۔ ان دل انگار و جگر خراش حادثات سے متاثر ہونے والے نفوسِ انہیں جفا پرست معزوروں کی بدولت ستمگدگانِ فرنگ میں بھی مجبوس و مقید ہیں۔ روحانیت سے تعلق رکھنے اور صداقت و حقانیت کو اصل حیات سمجھنے والے ظلم و ستم، جور و جفا اور ہر قسم کی بلا کو اپنے حق میں موجبِ حمت سمجھتے ہوئے

سے خدا شرے برانگیز و کہ خیر مادران باشد۔ کی تمنا رکھتے ہیں۔

زندانی اگر وہ ان مخصوص جیل خانوں میں سے ہے، جہاں سیران سیاسی کی نئی بستی بسائی گئی ہے۔ یوں تو یہ سب گرفتارانِ بلاشاہِ آزادی کے متوالے ہیں اور حصولِ خود مختاری کے نشے میں سرشار۔ لیکن اس مجلس میں رہ کر بے شغلی کے عالم میں ہر شخص نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق سامانِ مصروفیت مہیا کر لیا۔ گویا

زاہد بہ نماز و روزہ ریلے دارد عاشق بے دو سالہ خبطے دارد
معلوم شد کہ یا مشغول بہ کیت ہر کس بخیال خویش خبطے دارد
جسمانی قوی کو تقویت پہنچانے کے مشاق کبڈی اور اکھاڑے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، روحانیت کو ترقی دینے کے طلبگار روزہ نماز کی عادت بڑھاتے ہیں، عوام کھیل کود میں مصروف، خواص اخبار و کتب بینی میں مشغول، ارباب سخن اس موقع کو غنیمت جان کر زبانِ اردو کے لطف اٹھانے پر متوجہ ہوئے اور سب سے اول ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء کو ایک بہترین مجلسِ مشاعرہ رونق پذیر ہوئی، جس کی مختصر کیفیت سے اخباراتِ اردو ہندی کے صفحات مزین ہو چکے ہیں۔

جس طرح اس بزم کی روح رواں ہمارے مکرم مولانا عارف حسین صاحب مہسوی کی ذات ہے۔ اسی طرح رونقِ محفلِ محبتِ مولوی حکیم محمد مصطفیٰ خاں صاحب مداح ہیں، جنہوں نے اپنی جدتِ طبع اور قادر الکلامی کو احسن کے نام سے مقبول روزگار ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ ملک کے باوقار اخبار خصوصاً زمیندار وقتاً فوقتاً آپ کے کلام سے اس قدر

سفید بنا چکا ہے کہ شاید ہی کوئی اہل مذاق آپ کے نام نامی سے ناواقف ہو۔ زبان اردو کی تاریخ میں ہر وقت ایک ایک ایسا اہل فن ضرور گذر رہے ہیں جسکی خصوصیات اسکی ذات کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔

زمانہ حال میں سید الکبر حسین مرحوم الہ آبادی اپنا نمونہ آپ تھے اب اگر یہ کہا جائے کہ انکی جگہ حضرت احمق سنبھالیں گے تو نامناسب نہ ہوگا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ ایک عرصہ بعد آپ کی قدر فوق الفوق ہو۔

جناب احمق کا کلام صرف روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو مست بنانے ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تیر کی مضمون آفرینی ہومن کی معاملہ فہمی اور داغ کی زبان کے مزے اٹھانے والے آپ کی غزل میں تقریباً ہر مذاق کا لطف پاسکتے ہیں سودا کی جھونگاری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا مذاق پورا کرنے میں احمق صاحب کی طبیعت بیطلی دکھتی ہے اور ان کے کہنے کے مطابق ابتدائے سخن طرازی اسی منزل لطیف سے ہوئی ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کے کلام پر تفریط لکھوں لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اس کلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کلام پرمفراح شاعر کے علاوہ ناصح طبیب فلسفی اور رنگ مانہ کا واقف اہل زبان ہے۔ سیاست حال کے لئے یہ کلام بہترین سبق آموز ہے اور اسلامی درد مندوں کے واسطے جگر سوز۔ پڑھو اور لطف اٹھاؤ اور اس اسیر ظلم فرنگ کو دعائیں دو۔

فقیر خجندی۔ از ستم کدہ فرنگ اگرہ ۲۳ فروری ۱۹۲۲ء

حوالات

(۱)

یہی ہوگا یہی ہوتا رہا ہے ہر زمانے میں
لے پھرتے ہیں اس کو ڈگدگی پر اک زمانے میں
صداقت کے یہی معنی ہیں موزوں زمانے میں
پر پڑا، اس قدر ہر لونگ اتنی چچلش، توبہ
فلک کے ڈاکٹر کم بخت کے انداز اڑائے ہیں
جھاؤ ظلم نصب العین ہوگا جس حکومت کا
وہ جب آئیں کم از کم اتنی آزادی تو مل جائے
جسے بکھو دعائیں مانگتا ہے جیل خانے کی
نئی حد بندیاں مہنے کو ہیں آئین گلشن کی
یہ وقتِ خونہائے قوم ہے اے تیغ انگورہ
وہ اک روٹی جو ہم کو جہنمِ مشکل سے دیتا ہے
خدا خانے میاںِ احق کماؤں آئے ہیں ڈاکہ
کرا دہی رات سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں تھانے میں

عہ یہ غزل دیبا پور کے تھانے میں لکھی گئی۔

فتح گڑھ سنٹرل جیل

(۲)

ملا ہے خوبی قسمت سے مہرباں صبیاد
 جیہی درست ہو بڑھ ہوں جب ”میاں صبیاد“
 گئی وہ طاقت پر دوازہ بستان صبیاد
 ذرا ایسوج کہ جائے گا تو کہاں صبیاد
 قفسِ اڑ کے چلے سوائے بستان صبیاد
 جگر میں لیتے ہیں یہ رکے چٹکیاں صبیاد
 نکالے جائیں چین سے کشاں کشاں صبیاد
 دروازہ دستی گلچیں کی داستان صبیاد
 چمن ہے رو بہ خزاں، یہ زبایاں صبیاد
 زیادہ ظلم نہ ڈھا، کرنے سختیاں صبیاد
 بہا میرے لئے ہو گئی نساں صبیاد
 ہماری آہ کی آتش فشاں صبیاد
 لگائے بیٹھے ہیں پھندے کہاں کہاں صبیاد
 عبث دروازہ مجھے دے نہ دھکیاں صبیاد

سُنا رہا ہے مجھے ذکرِ بوستاں صبیاد
 یہ پالسی کہ ہو بلبل پہ مہرباں صبیاد
 قفس میں نکر رہا لی کسے بہاں صبیاد
 چمن تو بلبل ناشاد کا ہے گھر، لیکن
 مزا تو جب ہو کہ شوق ہو اے گلشن میں
 خیاں گل، غم گلزار، صدمہ احباب
 خدا کرے وہ دن آئے کہیں اے بلبل!
 یہ رحم بھی ہے انوکھا کہ سننے بیٹھا ہے
 مجھے اب اس سے علاقہ نہیں، مگر ہو غلط
 خدا کو شریں دے گا جواب کیا ظالم؟
 چمن کا عیش چھٹا، فصلِ گل کے لطف گئے
 جلا کے خاک کر دیں تجھے تو بات نہیں
 چمن میں بلبل سبکیں کے پھانسنے کیلئے
 قفس تو تجھ کو چمن سے بھی کچھ سوا ہے عزیز

یہ بانگین تو کسی اور کو دکھانا تھا
نکال دے گی خواں آکے چارہی دن میں
غضب میں مجھ سے تری کج ادائیاں صیاد
عجب نہیں کہ تو سُسنے کی تابلا نہ سکے
یہ بیکڑی یزیدی ساری شیخیاں صیاد
غضب ہے بلبل بے پر کی داستاں صیاد

نہیں ہے جیل میں اشعار خوانی احمق
قفس میں بلبل خوشگو ہے نغمہ خواں صیاد

الہی کشتی اسلام کا تو ہی نگہباں ہے
زمانے میں یہ کیا اندھیرا غارتگر جاں ہے
کر یہ بیڑا ہے اور گرداب شور شہائے طوفاں ہے
دل دیوانہ اپنا مبتلائے زلفِ پیچاں ہے
جسے کھو تراشا کی ہے جو تجھ سے نالاں ہے
ہر صورت ہمارے جیل میں جانے کا ساماں ہے
ہوئے ہیں نامزد جب بڑے صاحب کے دفتر میں
جناب شیخ کا سینہ تجلی زارِ عرفاں ہے
تیرا سب زیادہ جرم یہ ہے تو مسلماناں ہے
مجھے جینا نہیں تاں تو کیوں جینے کا ارماں ہے
نہ سرنذر جہاں ہے اور نہ دل پامالِ ناکامی
وہ ایسا کون ہے جو تیغِ قاتل پر نہیں مرتا
کوئی عاشق ہی گیسو کا کوئی خط کا کوئی رُخ کا
قیامت کو اٹھیں سونے والے بسترِ غم کے
خدا غارت کرے انگلیں ڈکا بھی باپاں ہے
مسلمانوں کو پامالِ جہادِ ظلم کرنے میں
چھٹے قیدیِ علاق سے حیاتِ جاوداں پائی
مری گردن پہ کیا کیا خوجو قاتل کا احساں ہے
جگر کے داغ دل کے زخم طرہ رنگ لائے ہیں
زمینِ جلیا نوالہ کی مرے سینے پہ حیراں ہے

یہ خوشنودی کا پروانہ ہی ہے خدیتگذاری پر
بالآخر ہاتھ بھر کر کل سے پائے گا جگہ غافل
جسے کہتے ہیں عشق اک بادشہ کی کشور دل کا
مرے ٹہنے میں میری زندگی کا راز پنہاں ہے

تلاشِ احسنِ محفوظ کیوں ہے اس قدر تم کو

دہی تو ہے کہ جس کا نام شاید مصطفیٰ خاں ہے

اسدِ رمے کا رنما غازی مصطفیٰ کے
کیا پائے گا شکر عاشق پر ظلم ڈھاکے
طے کر چکے منازل تہذیب و ارتقا کے
پچھتا رہا ہے ظالم اب کیوں ابھیں مٹا کے
ناسوتیوں کے آگے لاہوت کے مسائل
کب تک اٹھائیں سختی تلخی زندگی کی
رند اور زکِ صہبا اچھی کہی یہ زاہد
بڑھنے بھی دو ہمیں تم رد کو نہ فوج والو
ہیں میرے دل پر ہر وقت اس شوخ کی نگاہیں
ہے اب کھلے خزانے لٹس دل و جگر کی
لے خطِ جی حضوری تو نے ہمیں مٹایا

کیا شان ہے خدا کی کیا بھید ہیں خدا کے
بس یہ کہوں گے چرچے گھر گھر تری جفا کے
ڈالیں اب اہل یورپ نیامیں خوب ڈاکے
مرد تھے عاشقوں کے یا نقش تھے وفا کے
آئے ہیں شیخ صاحب یاد کچھ آج کھا کے
بس طے کریں یہ جھگڑے اک زہر کھا کے
اب وہ پیا کریں گے ظالم تجھے دکھا کے
آزادیوں کے رستے آبادیوں کے نا کے
پیغام آ رہے ہیں ہر دم مجھے قضا کے
پڑتے ہیں دن دہاڑے اب اس گلی میں ڈاکے
بر باد ہو گئے ہم ، باتوں میں تیری آ کے

جتنی بڑھیں جنائیں الفت ہوئی زیادہ
ہاں اے ہوائے جاناں تجھ کو قسم ہے دل کی
دو حرف آرزو اب دفتر ہیں مدعا کے
ہے نگر عیش و راحت اے شیخ تجھ کو ناحق
باقی رہیں نہ دے خاکِ رہ و وفا کے
ہیں زیرِ شبنم برش انصاف اور عدالت
آیا تو ہے فقیری تقدیر میں لکھا کے
اڑتے ہیں روڈ کیا کیا انکے جہاں میں خاک کے

دنیا کو ہضم کر کے ہے سپٹ جن کا خالی

شاکِ ہیں پھر بھی احسن وہ ضعفِ اشتہا کے

شیخ جی کیوں دردِ یا موجود یا مقصود ہے
جسکے گھر میں کل کے کھانے کے لئے موجود ہے
آپ کا مقصود بزمِ وعظ میں موجود ہے
آج وہ فرعون ہے شداد ہے نمود ہے
پہلے ممکن ہو کہ ہو، اب تو لگے مفقود ہے
آپ کی خاطر تو اے صاحبِ زمر موجود ہے
ترندی پر یاں نہ مسلم ہے نہ بود اود ہے
گوہرِ امید ہے پر دامنِ مقصود ہے
لطفِ اندوزِ نظارہ دیدہ محمود ہے
حضرتِ زاہد یہ ہوجا آپکی بے سود ہے
اے طبیبِ ایسی کوئی اکیر بھی موجود ہے
اب مری جانبِ بتا کیوں چشمِ خوں آلود ہے
سچ تو یہ ہے زندگی کا واقعی مقصود ہے
آتشِ افروزِ تماشا ہے جہاں حسنِ ایاز
قلبِ گرسوز و گدازِ عشق سے خالی ہوا
از در زلفِ مساں کے زہر کا تریاق ہو
دل جلے کر تو اے غارِ نگرِ جاںِ رحم کر
سرکُنا خدیتِ اسلام میں کر کے جہاد

اللہ اللہ کس قدر سہمے ہوئے رکھتے ہو پاؤں
اب سرِ محشر نہ کرو عاشقوں کے قتل سے
کہتے ہو کھا جائیں گے کچا ترے دل کو یہ کیا
ٹھوکریں کھانا پھرے گا کل سر اس مخدر کا
جذبِ دل سے پیش لے جانا کوئی آساں نہیں
وصل کی شب کیا تماشا ہے کہ میری آرزو
ڈھونڈتے کیا ہو تم اپنے کشتہ بیدا کو
پوچھتے کیا ہو کہ احق کون ہے میں کیا کہوں

دیکھ لو خود وہ تمہارے سامنے موجود ہے

عاشق کی طرح دشمنِ سرِ عشق میں کیوں کر دے
خاموش ہوں گرچہ سر بھی وہ قلم کر دے
ہاں اے نگہ کو نسل وہ زور کا کسٹر دے
کس طرح سے پھر لڑکے ایماں پر رہیں قائم
پھر کنجِ قفس سے تو آزاد مجھے کرنا
فاتہ ہے کئی دن سے بھوکا ہوں کئی دن کا
میں حالِ دلِ محزون کس طرح کہوں ان سے
جر آگ سے جلتے ہیں تثلیث کے پر یارب

مشہور مقولہ ہے ”ہر کالے دہر مردے“
اے ضبطِ دفا اتنا قابو مجھے دلیر دے
جو غنا بہادر کو مدہوش دفا کر دے
وہ برقِ کلیسا جب سکول میں لکچر دے
صیاد! مگر پہلے اڑنے کے لئے پر دے
بھلو بھی کوئی روٹی اوقاسم لنگر دے
ایک زبانِ بندیِ خست مجھے کیوں کر دے
اس آگ کے انگارے سینہ میں مرے بھر دے

جو رستم بے حد ظلم و غم بے پایاں
جینے سے تو مر جانا فرقت میں کہیں اچھا
مجھ کو بھی تنہا ہے زندان مصیبت کی
کیا فرض ہے ہم اس پر ایمان ہی لے آئیں
اے کاش ذرا دیکھیں اسلام کی حالت بھی
تثلیث کو سمجھیں تو حید کا حامی ہم
کیا کیا نہ ابھی مجھ کو وہ میری دفا پر دے
اے عشق خم ابرو لا، بس مجھے خنجر دے
مجھ کو بھی خدا عشق کیسوے معترف
ہر وہ خنجر مہل جو دمنہ زریور دے
اے کاش اٹھا دیں ہم آنکھوں سے کبھی پر دے
آنکھوں پہ جہالت نے ڈالے ہیں ہر پر دے

سُن پاتے ہیں جب کوئی وہ بات لطیفے کی
فرماتے ہیں احسن سے تو نظم اسے کر دے

خوب اس پہ جبر کر لو خوب اس پہ ظلم ڈھالو
کمل مجھ بھی اپنا اس ٹھنڈ میں اڑھالو
اے دل کی سازشوں سے برباد ہونے والو
اللہ ری شرارت برہم عدو میں اس نے
پھر مجھ کو یاد آئیں ساقی کی مست آنکھیں
میں جانتا ہوں یہ سب دل لینے کی ہیں گھاتیں
یہ مغربی لٹیرے خوشخوار بھیڑیے ہیں
میں تو یہی کہو گے دل تم نے ہے اڑایا
اب چرخ کی بھائیں حد سے گزر گئی ہیں
اچھی طرح غرض تم عاشق کو آزالو
بکیں یہ رحم کھاؤ مظلوم کی دُعا لو
کس نے کہا تھا تم سے سانپ ستن میں پالو
دیکھا مجھے تو بولا، دیکھو اسے نکالو
پھر ہر ہو! چلا میں لو پھر مجھے سنبھالو
باہیں نہ پیار سے تم میرے گلے میں ڈالو
اے اہل مشرق انکو جس طرح ہونکا لو
تم دلی میں جتنا چاہو مجھے اڑالو
اب وقت امتحان ہے اے میرے دل کے نالو

پھر دیکھنا بہاریں تم ہند کے جن کی
جب ہو گئے ستم کش ظلم و جفا کے خوگر
اظہار سوز باطن ہم کیا کریں کسی سے
ناکامی و ناسے کیا تلخ زندگی ہے
جب غیر نے نکالا تو اب مرے گھر آئے
حسرت نے دل کو آخر برباد کر کے چھوڑا
میرے سنبھالنے کی فکریں تو بعد کی ہیں
گر چاہتے ہو شوخی رنگینیِ حنا میں
شام و عراق و ترک کی سب ہیں تمھاری طا
پہلے نئی روش پر پودے نئے جمالو
ہوتا ہے وہ ستمگر اب تارکِ جفا، لو
تم نے تو مہرِ کر دی مُنہ پر زباں کے چھالو
جی تو یہ چاہتا ہے کم بخت زہر کھالو
بندہ نواز بخشو بس جا و راستالو
تم سے کہا تھا ہم نے دیکھو اسے نکالو
پہلے ذرا تم اپنا پتلون تو سنبھالو
مہدی کے ساتھ میرے دل کو بھی بیس ڈالو
مرقد کی فکر کیا ہے چاہو جہاں بنا لو

ہے آج تک تو احمقِ فرزانہ زمانہ

اب تم نئے انوکھے اس کو گدھا بنا لو

جان کر اہل حکومت کا وفادار مجھے
میں اور اس شوخ ستمگر سے سرد کار مجھے
دین سے کام نہ مذہب سے سرد کار مجھے
بھاگنے کی نہ یہاں راہ نہ پٹنے کی سکت
لذتِ سختیِ تعزیر بھی مل جائے گی اب
اوڈ و ترک کی طرح باندھ کے مشکیں سرِ راہ
ڈھونڈھتی پھرتی ہے لعنتِ سرِ بازار مجھے
ہاں مگر بھول چکے تھے رسنِ دوار مجھے
پھر بھی حاصل نہیں اوشوخِ تراپیار مجھے
آہ! لالی ہے کہاں حسرتِ دیدار مجھے
وہ سمجھنے تو لگے اپنا گنگ کار مجھے
مارشل لا کی قسم تجھ کو نہ یوں مار مجھے

میں وہ پھٹتے ہوں کہ اس دوسرے اکثر مہراج
 آج کل بد نظر ہے مجھے صحت کا خیال
 کر دیا تلخی امید نے ناکام مُراد
 خدمتِ قوم فروشی کو دُعا دیتا ہوں
 تم سمجھتے ہو جو کچھ میری تمنائیں ہیں
 یاد کرنا جب اسیرانِ جہان غم کو
 بیخودی تو نے پلا کر مئےِ مستانِ عشق
 آتشِ افروز ہے کیا گرمیِ بازارِ وفا
 کیا عجبا نڈینِ ادھن میں ڈبوئے اک روز
 یہ حکومت نہیں اک طرح کی قزاقی ہے
 کرنے والے ہیں یہ برگشتہ راہِ مقصود
 دُور سے دیکھ کے کرتے ہیں سرکار مجھے
 در نہ پینے سے تو ہرگز نہیں انکار مجھے
 مل گیا ذائقہ شربتِ دیدار مجھے
 ورنہ اک عمر سے تھی حسرتِ دیدار مجھے
 میں کہوں کیا کہ نہیں حاجتِ اطہار مجھے
 بھول جانا نہ کہیں اے ستم یار مجھے
 کر دیا سارے زمانہ سے خبردار مجھے
 پا کر اک جان کے گاہکے خریدار مجھے
 آرزوئے عربِ فارس و تاتار مجھے
 لوٹے ہی کے لئے آئے ہیں سرکار مجھے
 ہو گیا تجر بہُ سبھ و زُنا ر مجھے

جیل خانے میں ہوں سُرِ اِل کی مانند احمق

کوئی تکلیف کوئی غم نہیں زہن ہمارے مجھے

انھیں کیا کس طرح ہم بکیوں کے دن گزرتے ہیں
 یہ عزت کوئی کم بے شخ صاب جس پر مرتے ہیں
 جہدِ وطن ہیں اور آزادی پر مرتے ہیں
 بھائے عہد کا پیمان کا وعدے کا قسموں کا
 اگر عین ہیں جیتے ہیں اگر مرتے ہیں مرتے ہیں
 کلکڑ بھی جب تلے ہیں ٹیک ہنڈ کرتے ہیں
 نانِ بوجیل کا غم ہے نہ وہ بھانسی سے ڈرتے ہیں
 یقین کیا ہونگا کہیں ہی میں اب کرتے ہیں

وہ ناحق کرسیوں پر بیٹھنے کی شوق کرتے ہیں
 مجھی پر ناستکیابی کا اور الزام دھرتے ہیں
 کہیں وہ مارشل لا اور رولٹ بل سے ڈرتے ہیں
 عدو جو چال چلتا ہے ہم اسکومات کرتے ہیں
 ہم ان سے عشق کیا کرتے ہیں اپنا پیٹ بھرتے ہیں
 چین والے گل و بلبل کا ناحق ذکر کرتے ہیں
 رسوم کے چاہنے والے کہیں حور دت مرنے ہیں
 خدا ہی جانتا ہو کیونکر اسکے پار اُترتے ہیں
 کہ اب شیرازِ حریت کوئی دم میں بھرتے ہیں
 نہ پوچھو میری امید کا کیا کیا خون کرتے ہیں
 جہاں تک ہم سے بن پڑتا ہو ضبط و صبر کرتے ہیں
 اب انکی قبر کا سبزہ گدھے اور بیل چرتے ہیں

ہے سن انیس سو بائیس کا آغاز اے اعظم

ہم آج اک دوسری دنیا میں گویا پاؤں دھرتے ہیں

نفس میں ہم کو اطمینان آزادی میسر ہے
 اپنی بے نیسی ہے وہ غیروں کا مقدر ہے
 وہ آنے والے ہیں یا جانے والے جان مضطر ہے

کھڑے ہو کر جنہیں پشتاب کرنا بھی نہیں آتا
 وہ اپنی جیتوں کو اپنی آنکھوں کو نہیں کہتے
 ہیں جن کے سامنے دفعتاً آئینِ خداوندی
 پڑا ہے اب نقشہ آکے شطرنجِ محبت میں
 وفا داری ہماری پاؤں بھڑائے کی خاطر ہے
 چین میں جب تسلط ہو چکا صیاد و گلچیں کا
 یہ شوخی و شیرازت یہ دل آرائی کہاں ان میں
 کسی نے آج تک بحرِ الم کی نگاہ بھی پائی
 ”سُخاں پالسی“ یہ اپنی رو بہ بازیاں چھوڑے
 وہ جب مہندی لگا کر بیٹھ رہتے ہیں شربِ عدو
 جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے جبر و ظلم کرتے ہو
 وہ گل و خسار جن سے گلشنِ عالم کی زینت تھی

یہاں گلچیں کا کھٹکا ہے نہ کچھ صیاد کا ڈر ہے
 ہمیں روٹی نہیں ملتی انہیں حلوا میسر ہے
 وہ فرشتوں ہے دل بھی تپاں ہو آنکھ بھی تر ہے

دو علی میں جناب شیخ کو اب زلیست دو بھر دو
 غلامی نے ہمیں اس فیصلے پہ لا کے پہنچایا
 بڑے صاحب کا استفسار میں سمجھا نہیں لیکن
 تلاش علت و معلول نے مطلب کیا غائب
 گئے وہ دن کہ چپا اور زر گس کی بہاریں تھیں
 رقیبِ مہیہ کی صورت و سیرت معاذ اللہ
 تلاطم خیزی طوفانِ حسرت پوچھتے کیا ہو
 مری آنکھوں میں نقشہ کچھ رہا ہوسہ جبینوں کا
 ہمیں مشت ستم مد نظر ہے تو یہاں آؤ
 سنبھل او آسمان تپلون کے تسمے ذرا کسے
 بہت دشوار ہے قطع رہ آزادی اُلفت
 وہ اندر اچھے تھے تو چاہنے والے تھے سب اُنکے
 ادھر کچھ گردنیں ہیں کٹنے والی اور خاموشی
 حقیقت کچھ نہیں سکے سوا راؤ ٹڈیل کی
 خدا کی شان کپڑا بھی ہمیں بننا نہیں آتا

ادھر اس بُت کا کھٹکا ہے ادھر اللہ کا درنہ
 کہ آزادی نہ ہو تو زندگی سے موت بہر ہے
 مرے سر کو ہے جنبش ادھر ہے لب پر یس ہے
 بس اب یہ بحث ہی کس طرح ہے اور یہ کیوں کر ہے
 بس اب یا سینٹ ہوسنخمن میں یا لوٹد ہے
 بلا تشبیہ وہ لنگور کی اولاد بندر ہے
 یہاں کا مدد جذرا اٹلانٹک سے بھی سواتر ہے
 چرا جذب تصور کیا ہے اک فوٹو گرافر ہے
 مرادل نذر تیغ و دشنہ و شمشیر و خنجر ہے
 کہ میری آؤ سوزاں اب کے کہنے سے باہر ہے
 یہاں کچھ گردنوں کی حاجت لیدل ہر قدم پر ہے
 اب آؤ راج ہیں تو ہر طرف سے لغتِ انپر ہے
 ادھر کچھ قاتلِ سفاک ہیں اور شورِ محشر ہے
 ہمارے سر پہ لکڑی پھینکا گول منتر ہے
 کفن کے واسطے بھی احتیاج مانچٹر ہے

وہی چپے وہی فکر میں وہی جلسے وہی رونق
 یہ احمق جیل ہے یا کانگرس کا کوئی دفتر ہے

دشمن جاں اضطرابِ قلب مضطرب ہو گیا
 ہو کے قانع آدمی مستغنی زر ہو گیا
 حسبِ خدمتِ پالیا ملتِ فروشی کا صلہ
 یہ خبر کیا تھی کہ دردِ دل ہی وجہِ ذیبت ہے
 خشکی پر بھی یہ ہمت ہے کہ عاشق کا غبار
 تم سمجھتے ہو یہاں بھی ہم نکل جائیں گے صاف
 چونہ ہونا چاہیے تھا بچہ کو اے تہذیبِ نو
 کیا یہی عہدِ وفا ہے اوبستِ پیاں شکن
 قبرِ اسکنر کی بربادی کے سن کر واقعات
 کچھ بچا بھی پیٹ سے ہم بے نواؤں کو تو وہ
 گر گئی برباد ہندوستان کو برٹش سلطنت
 میری قیمت، مرا یہ بخت میرا یہ نصیب
 مر جا صد حجابے زر گس جادوئے دوست
 میں مصع ہو کے ہیٹ و کوٹ و سوٹ و بوٹ
 کس کی زلفوں کی خوشبو ہو کہ اے باوصبا
 دو گھڑی جینا مجھے فرقت میں دو بھر ہو گیا
 اس گلی کی خاک پالی کیمیا اگر ہو گیا
 کوئی ڈپٹی بن گیا، کوئی کلکٹر ہو گیا
 مر گیا میں جب کونِ قلب مضطرب ہو گیا
 لگ کے اُس دامن سے ہر نقارہ موڑ ہو گیا
 عرصہ محشر نہ ٹھہرا غیہ کا گھر ہو گیا
 میں تری تقیل کیے سانچے میں ڈھل کر ہو گیا
 جمعہ کا اقرار اور اس کو سینچر ہو گیا
 حسرتِ دنیا کا حال آئینہ مجھ پر ہو گیا
 نذرِ حبا پانِ دفرانس و ماچٹر ہو گیا
 کیا پھلا پھولا چین پامالِ صرصر ہو گیا
 مجھ کو حیرت ہے تمہارا وصل کیونکر ہو گیا
 تو نے جس کو اک نظر دیکھا، سخر ہو گیا
 آدمی تو کیا بلا تشبیہ بند ہو گیا
 آج عاشق کا مشامِ جاں معطر ہو گیا

اس قدر خوش ہیں میراں حتم کی حد نہیں
 جیل خانہ ان کو گویا خسر کا گھر ہو گیا

ادارہ پھرد گے دل مضطر سے نکل کر
زندہ کوئی آیا بھی ہے اس گھر سے نکل کر
شاید مری تقدیر میں پڑے کوہیں یہ پیچ
اللہ سے مرے نامہ مخفی کی تباہی
جاتے ہوئے اغیار کے گھر منہ نہ چھپاؤ
دراصل جو پوچھو تو اب اسرارِ ترقی
اندہی سے تم مجھ کو سناؤ گے ہزاروں
ہم فائدہ کشوں پر بھی ذرا اک نگہ لطف
ہوتی ہیں سر اسر غلط اور جھوٹ جو خبریں
پابندِ خم زلف کو کیا فکر ہائی
رستے میں کوئی چور سمجھ کر نہ پکڑے
پہنچیں گے جہنم کی تباہی میں اگر ہم
یکس کو خبر تھی کہ محبت میں ابھی سے
گودا ہر عشق بہت سُست ہے لیکن

تم چین نہ پاؤ گے مرے گھر سے نکل کر
بھاگ آئے ہیں ہم اپنے مقدس سے نکل کر
ادشوخ تری زلفِ معنبر سے نکل کر
اب غیر کے ہاتھوں میں ہوسر سے نکل کر
دھوکا تو نہ دو مجھ کو برابر سے نکل کر
کھدے میں ہیں نکٹائی دکا رستے نکل کر
یا آؤ گے باہر بھی ذرا گھر سے نکل کر
اسے شیخ کبھی بزمِ مرعض سے نکل کر
آتی ہیں وہ ریوڑ ہی کے دفتر سے نکل کر
جلائے گا کہاں اب وہ بڑے گھر سے نکل کر
جاتے ہو کہاں رات کو اب گھر سے نکل کر
جائیں گے رہ شرعِ مطہر سے نکل کر
یوں فول پہ آجاؤ گے تم "سرت" سے نکل کر
جاسکتا ہے آگے ترے موٹر سے نکل کر

اس گوشہ نشینی سے ہے کیا فائدہ احمق
کرنا ہے اگر کچھ تو بس اب گھر سے نکل کر

نہ دیکھوں میں تمہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
 اگر گورے کا ہمسرا ایک کالا ہو نہیں سکتا
 کسی صورت میں آدم تمہیں پہچان ہی لیں گے
 جفا دہ تھی کہ تم نے میرے دل پر فتنیں ڈھائیں
 خیال کو نسل بھی شیخ کو ہے پاس مسجد بھی
 یہ مغرب کے چمکے گھسب پرانے گھاگھ میں لیکن
 چمن کتنے ہی داغ لالہ و زرخس دکھا ڈالے
 ہیں ان کالجوں سے جو ملے گا ہم سمجھتے ہیں
 ابھی سے کیا ضرورت پڑ گئی راولڈ ٹیبل کی
 وطن کی خاک کے ہر ذرہ کا حق آدمی پر ہے
 ہمارا دل تمہارا ہو گیا کیا اسکو کہتے ہیں
 خدا نے ختم فرمادی ہیں ساری خوبیاں تجھ پر
 نگاہوں میں پھر سُن ل میں میں آنکھوں میں وہ آئیں
 وہ اب بستر اٹھائیں در سیدھی طرح گھر جائیں
 مجھے پامال کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ رکھو
 یہ کیسی شورشیں ہیں ملکِ دل میں یاں وحشر کی
 ستم پیشہ، جفا جو، فتنہ پرور، بیوفا، بد خو

جسے آنکھیں خدا نے دی ہیں اندھا ہو نہیں سکتا
 تو ظاہر ہے کہ انصاف آدمی کا ہو نہیں سکتا
 ہیں برق و چراغ و گل کا دھوکا ہو نہیں سکتا
 وفاق ہے کہ مجھ سے ذکر اس کا ہو نہیں سکتا
 یہ بیچارہ دو عالمی میں کہیں کا ہو نہیں سکتا
 ترا ہمسر کوئی اُلو کا پٹھا ہو نہیں سکتا
 گردہ گلشنِ جلیبا نوالا ہو نہیں سکتا
 مگر یہ ہے تمہیں تلیوں کا ٹوٹا ہو نہیں سکتا
 ابھی تو فیصلہ میرا تمہارا ہو نہیں سکتا
 کوئی اس بوجھ سے مرکز بھی ہلکا ہو نہیں سکتا
 ذرا پھر تو کہو کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا
 سوا ترے جہاں میں کوئی تجھ سا ہو نہیں سکتا
 یہ بیباکی پھر ان کا مجھ سے پر دا ہو نہیں سکتا
 ہمارے ہاں سرباب ان کا گزارا ہو نہیں سکتا
 کہ مٹ سکتا تو ہے انسان پیدا ہو نہیں سکتا
 یہاں شاید نفاذ مارشل لا ہو نہیں سکتا
 کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے تجھ سا ہو نہیں سکتا

کہاں تک صبر آخر تاکے یہ خامشی احمق
میاں! ہم سے تو ضبطِ جور بے جا ہو نہیں سکتا

پالی کی ملک میں بھر مار رہنے دیجئے
خانہ دل میں خیال یار رہنے دیجئے
اپکے عاشق اٹھاؤں ناز دشمن کے چوڑن
بیٹھکر انگلیں میں کیجئے دہاں کا انتظام
باعثِ تسکین دل ہر سینہ عاشق میں درد
اللہ اللہ آپ مجھ کو قتل کرنے آئے ہیں
ہیڈ کر دیجئے عدد کو شہر میں لیکن مجھے
حضرتِ دل منزلِ عشق و محبت دُور ہے
شیخ صاحب آپ کے کھلتا نہیں تلپون کوٹ
جانتا ہوں آپ کو مجھ سے محبت ہے۔ مگر
مجھ کو اپنا سست رد چھکڑا ہی کافی ہے حضور
چشمِ دشمن کو مبارک آئی لوشن کا ڈراپ
آپ شرابا جیسے شاید سن کے میری داستان
خاکِ لاجھی ہوتا ہے جل کر خرمنِ اُمیدِ غیر
لوٹ ہی کر چھوڑیئے گا گلشنِ ہندوستان؟

بادشاہت کیجئے بیوپار رہنے دیجئے
اس مکاں میں یہ کرایہ دار رہنے دیجئے
مجھ سے ڈیوٹی لیجئے بیگار رہنے دیجئے
آرزوئے فارسِ تاتار رہنے دیجئے
ڈاکٹر صاحب مجھے بیمار رہنے دیجئے
لایئے، رکھ دیجئے تلوار رہنے دیجئے
گاؤں کا اپنے ہی چوکیدار رہنے دیجئے
تیز چلے سستی رفتار رہنے دیجئے
بس ہی انگا وہی شلوار رہنے دیجئے
یہ ضرورت سے زیادہ پیار رہنے دیجئے
آپ اپنی تیز موٹر کار رہنے دیجئے
مجھ کو اپنی آنکھ کا بیمار رہنے دیجئے
حالِ دل کا مجھ سے استفسار رہنے دیجئے
آہ کو کچھ دیر شعلہ بار رہنے دیجئے
اس چمن میں کچھ تو برگِ بار رہنے دیجئے

دوڑتا آئے گا احمق آپ کا خط دیکھ کر

اس کو کارو بھیج دیکھے، تار رہے دیکھے

کیا فرمایا، الفت میں ایمان کوئی دستور نہیں
عشق کا یہ آئین وفا کا ہرگز یہ دستور نہیں
سبزہ خٹوں کی الفت میں تلخی غم منظور نہیں
وصل یہ تم مجبور نہیں ہو زلیت یہ ہم مجبور نہیں
جائے بس رہے بھی دیکھتے تھے اٹھے دشمن کے ناز
چار گز صفت کا خواباں ہے تو ناک بھرزخوں میں
میں ہر وقت اس بُت کو اپنے پیشِ نظری پاتا ہوں
توڑ کے اے صبا دقش کو جاسکتی ہے گلشن میں
نازا لٹھاؤں جو رہوں شکوہ نہ کروں خاموش ہوں
راہ لے اس کو چے کی تڑپتا پھوڑ کے جھکومت میں
بے طلب کن اتنی ریاضت کر سکتا ہو دنیا میں
خسریں ملنے کا وعدہ کرے دہ گھبرائیں گے کیا
ناڈ خارج تو اپنے بس بھر سب کچھ کرتے ہیں لیکن
میں تو ہوں مجبور و ناپا آپ اگر مجبور نہیں
تم سے ترکِ محبت کر کے زلیت مجھے منظور نہیں
زہر بھی کھالوں میں تو مجھ سے سحر مکی کی دُور نہیں
تم کو وہ منظور نہیں ہے ہم کو یہ منظور نہیں
عاشق ہوں اے بندہ پرورد میں کوئی مزدور نہیں
مرہم جن پر کام کرے وہ دل کے مرے ناسور نہیں
دل میں جس کا گھر ہو کوسوں دور بھی ہو تو دور نہیں
کوئیندور ہے بلبل لیکن اتنی بھی معذرت نہیں
یہ شرطیں ہیں عاشق ہو نیکی تو مجھے منظور نہیں
سچ تو یہ ہے تجھ سے ایدل یہ بھی کوئی دُور نہیں
بالکل جھوٹ کہ تجھ کو زائد خواہشِ قصور نہیں
یہ تو انکو یاد رہے عاشق کا نالہ صُور نہیں
بربادی اسلامیوں کی اللہ ہی منظور نہیں

دشمن ہی کو مبارک ہو جو جس اعزاز و خطاب احمق

حمداً للہ، شکر اللہ، مجھ کو یہ ”باسور“ نہیں

آگرہ ڈسٹرکٹ جیل

(۳)

سامنے سے مدعی کی بزم میں جاتے ہوئے
کونسل میں شیخ جی پہنچے جو اٹھلاتے ہوئے
ہیں نگاہ ناز کے بھی تیر کیا خارا اشکاف
میں کوئی ہوا نہیں جو آپ کو کھا جاؤں گا
دیکھئے ان بندروں کی مہبتِ میمنیت
بادجو اسل تقائے خاص کے بھی شیخ جی
آہ سے، شاید تہیں اس بات کا بادرنہ ہو
کیا سیدی تارپیڈ دیں نہیں اتنا بھی زور
پاٹ بھی کرتے ہیں پنڈت جی تو گھر میں بیٹھ کر
ٹھہر کر دیکھو گے بھی دل کے ترپنے کا مزا
ایسے وعدہ سے تو اچھا تھا کہیں انکار وصل
خط کونسل نے دیا ہی دیا ان کا نکال
ہے محلے میں رقیبوں کے ہمارا بھی مکاں
اسنے جنبش دی لب جان بخش کو میں جی اٹھا

وہ نکل جاتے ہیں میرے دل کو ترپاتے ہوئے
خوف سے شیطان بھاگے ٹھوکر میں کھاتے ہوئے
پار کر جاتے ہیں سینہ دل کو برماتے ہوئے
آپ گھبراتے ہیں ناحق میرے پاس آتے ہوئے
کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں یہ غراتے ہوئے
بارہا پکڑے گئے ہیں اسکے گھر جاتے ہوئے
میں نے دیکھا ہے پیارو نکو بھی اڑ جاتے ہوئے
ڈوب جائیں مانچسٹر کے جہاز آتے ہوئے
اب وہ ڈرتے ہیں شوالے میں کھج گاتے ہوئے
یا گزر جاؤ گے یوہنی تیر برساتے ہوئے
دوہینے ہو گئے ظالم کو ٹر خاتے ہوئے
نذر آزیں سیٹھ جی کے سب ہی کھاتے ہوئے
اُس طرف بھی آکھلے گا، ادھر جاتے ہوئے
یوں دیکھی ہوگی مردہ تن میں جاں آتے ہوئے

ریل گاڑی میں لکھی ہے ہم نے احمق یہ غزل
فتح گدھ سے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے،

خبط گیسو ہوا، عشق رُخ جاناں نہ ہوا۔
سوئے ظن غیر کی جانب کسی عنوان نہ ہوا
کلمہ گو جو تراے رُخ جاناں نہ ہوا
صلہ قوم فروشی کی تمنا ہی رہی
گل عارض پر ترے بلبل شیدا کی طرح
مجھ کو حیرت ہے ترے عہد میں لے دو صلیب
لائیں گے اپنی ضرورت کو کہاں سے اشیا
جیل خانے کے چنے جسے کبھی چاب لے
اہل یورپ نے کیا ہے وہ تماشا جو کبھی
نہ نفس کی تجھے پروا ہے نہ صیاد کا خوف
چار خانے کا وہ ٹکڑا ابھی ہو کیا خوب کہ جو
لب آرنے کیا جھکو نہ ممتاز خطاب
دشت دشت تو مجھے بھول ہی بیٹھا تھا، مگر
چارہ گراں لے روتے ہیں کہ بیارِ فراق
مچھکو پچش ہی ہوئی شکر ہے یرقاں نہ ہوا
آدمیت سے گذر کر بھی وہ انساں نہ ہوا
اہل ایماں بھی ہوا وہ تو مسلمان نہ ہوا
مرٹا شیخ خوشامد میں مگر خاں نہ ہوا
ایک آٹو بھی تو کبخت غر نجواں نہ ہوا
کیوں بھی آرڈر ضبطی قُت رَاں نہ ہوا
کیا کریں گے اگر امریکہ د جا پاں نہ ہوا
پھر وہ صاحب سے ٹن چاچا خواہاں نہ ہوا
آپ کے باپ بھی حضرت شیطان نہ ہوا
شکر کر زاع کہ تو مرغ خوش الحان نہ ہوا
دامن یار ہوا، میرا اگر سیباں نہ ہوا
میرے عیسے سے مرے درد کا درماں نہ ہوا
تو بھی لے جوش جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا
تختہ مشق خیارین دسپتاں نہ ہوا

جیل ہے یا یہ کوئی بزمِ ادب ہے احمق

تجھ پہ کچھ بھی اثرِ سختیٰ زنداں نہ ہوا

نزی ہیئت کے نقشے جسکی آنکھوں میں سائے ہیں عجب کیا ہے اگر اسنے کبھی بندرِ نچائے ہیں
اسیرِ دلمِ گل کے واسطے پھندے لگائے ہیں مرے صیاد نے بلبل بھی کیا اُلٹو بنائے ہیں
بجدا اللہ کہ اس نواں انتخابِ بزمِ کونسل میں جناب شیخ نے سب سے زیادہ دھڑپائے ہیں
مرے زخموں سے آخر کیا رقابت ہو کہ سرِ جن نے جہاں مہم کی حاجت تھی وہاں ٹانگے لگائے ہیں
یہی تو ہیں جو سرِ نیچائے بیٹھے ہیں محفل میں یہی تو ہیں جنہوں نے عاشقوں کے دل چرائے ہیں
چمن جب صبرِ مہرِ نیوالا ہے تو اے بلبل یہاں یہ گھونسلے کس واسطے توئے بنائے ہیں
لہو سے تیرے چہچہہ خاکِ یوناں کا سمرنا کی زمیں کے قطرہ خوں رنگ لائے ہیں
خدا رکھے تجھے اے باغبانِ باغِ حریت زمینِ شورِ ہندوستان میں کیا پوئے لگائے ہیں
دفا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلو خدا کا شکر ہے کالج میں نمبر اول آئے ہیں
خدا تو مفت دے اصلاح کی ان مادرِ میوں کو یہی حضرت سارے ملک میں ہلڑچائے ہیں
مزا لٹا نہیں گلچینی باغِ محبت کا ابھی تک آپنے ایجان من کوئے اڑائے ہیں
محبت میں پوچھ کس طرح گدے میں دن اپنے خدا ہی جانتا ہے جس قدر صدمے اٹھائے ہیں

رہا کرتا ہے شعر و شاعری کا رات دن چرچا

مرزہ میں ہیں ہم احمق اگر وہ میں جب سے آئے ہیں

خداوندِ اعلیٰ کچھ نوٹس و عشق کا کر دے مجھے بندہ بنا دے یا انھیں کو تو گدھا کر دے
کہیں مانگ کر دے مول لے کر دے چرا کر دے بہر صورت انہیں دل چاہئے دل کوئی لا کر دے

وطن پر جان دیدے حریت پر سرفراز کر دے
 نگاہ زہر آلود حسیناں لے معاذ اللہ
 بت قابض ہو خانِ نعمت مغرب کا حلو ابھی
 مری جانب سے اکثر سوسے ظن رہتا ہے لوگوں کو
 وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی اتنا نہیں ملتا
 دل عاشق فراغت کی جگہ ہے تم جو فریاد
 ساق دہر پر دستِ فلکِ تلیثِ الوں کو
 غصبت ہوگی سکون ملک ل میں شورشِ حرت
 سدھانا بندوں کا لے قلندرِ سخت شکل ہے
 وہ کچھ باتیں بنا کر دل مریجانے والے ہیں
 فقیرِ عشق بنکر ان پر قابو پالیا میں نے
 امیدِ شج کے غنچے الہی پھول ہو جائیں
 جلّائے عشق اکبیا اتنا بھی تجھ سے ہو نہیں سکتا
 مرے دل کو کسی کی اُرسی کا آس کر دے
 جوت اور اس سید کی بس چپ رہو احمق
 وہ سُن پائے کہیں یہ بات تو آفتِ بپا کر دے
 در نہ وہ چشم بوزنِ دیش کس کی یار ہے
 تیرے فراق میں عجب اک انتشار ہے
 دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے

در نہ وہ چشم بوزنِ دیش کس کی یار ہے
 تیرے فراق میں عجب اک انتشار ہے
 دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے

جب مجھے تصوّر کیسوئے یار ہے + شپّر کی طرح نورِ سحر ناگوار ہے
 دل انکی تاک میں ہو وہ بیٹل کی گھٹائیں یہ عشق کیا ہے معرکہ گیر و دار ہے
 ٹھوکر تری عدویٰ کو ہو وجہ ڈسگریس میرے لئے تو باعثِ صداقتِ یار ہے
 اللہ سے پاسبانِ دردِ دست کا ادب گویا وہ کوئی عابدِ شب زندہ دار ہے
 جب کوئی ادبٹ لیکھتا ہے قیسِ دوسے + چلاتا ہے کہ وہ مری لیلیٰ سوار ہے
 اسکی ہر اک نگاہ مرے دل کے واسطے خنجر ہے، نیچہ ہے، اچھری ہے، کٹار ہے
 دشمن کو شب میں گھر پر ملایا نہ کیجئے بندہ نواز! اس کے لئے اشتہار ہے
 غیرِ کمینہ و ش کی خجابت بھی کھل گئی معلوم ہو گیا کہ وہ کھوسٹ چار ہے
 مجھ کو بھی مرگِ غیر کا انوس ہے۔ مگر کیا کیا کی ہے اویتِ اسلام کش تری
 مصراعِ قدّ یار میں تعقید کو ز پشت بربستہ ہے اگرچہ ذرا ناگوار ہے
 خاک و فاسادِ رگدھے ہیں رقیب کے + کیا پا کمالِ جورِ ہمارا مزار ہے
 دل جمع کر کے صیغۃ الفت میں فیس شوق لیسنس وصلِ یار کا امیدوار ہے
 ہر بوم و شپّر و زغن و زراغ و فاخۃ صیاد! تیرے تیرنگہ کا شکار ہے
 احمق مجھے خنجدی و عارف کی وجہ سے
 زندانِ آگرہ چمن پُر بہار ہے

چلا ہے اد دل کو نسل طلب کیا شادمان ہو کر
 گلِ نوحا ستہ پا مالِ جوہر باغبان ہو کر
 متاعِ جانِ عاشق لوٹے ہو پاساں ہو کر
 جنابِ شج کی دستار ہے یا دامنِ تقویٰ
 ہمارے قطرہٴ خونِ زیبِ عنوانِ وفا ٹھہرے
 شبِ وعدہ یہ کیا معلوم تھا یوں آدھکیے گا
 لڑکین ہی میں جنگِ دل چرائینے کی عادت ہے
 کوئی نامہرباں ہو کر بھی اتنا کر نہیں سکتا
 ہوائے شوقِ آزادی کے جھونکے یتا تے ہیں
 کبڑی اور اکھاڑے کی بدولت جیلخانہ سے
 تماشا ہے بایں ہستی یہ مغربِ گدے
 زمیں کے رہنے والوں کے لئے گویا ضروری ہے
 مرادِ اوران کی آرزویوں میں ہم، گویا
 تجب ہے مری آہیں فلک تک جا پہنچتی ہیں
 ہزاروں بیگیاہوں کی بحد کھڈ کے دم لیں گے
 تری حسرت ترے عاشق کی وجہ زندگی ٹھہری
 وہ کیا آتے مگر مارا گئیں ان کے قصور میں
 زمین کوئے آفریخ دے گی آسماں ہو کر
 رہے گامیز پر گلہ ستہ باغِ جناں ہو کر
 مریجاں ملک میں ڈاکا نہ ڈالو حکماں ہو کر
 کوئی شے میکدے میں اڑ رہی ہو جھیاں ہو کر
 رہے افسانہٴ عشق و جنوں کی سُخریاں ہو کر
 رقیبِ دسیہ کے ساتھ مرگِ ناگہاں ہو کر
 ڈکیتی پر اُترائیں گے شاید وہ جواں ہو کر
 کیا ہے اپنے جو بندہ پرور مہرباں ہو کر
 رہی سز میں ہند باغ بے خسراں ہو کر
 اسیرانِ وطن نکلیں گے اکدن پہلاں ہو کر
 مری آنکھوں میں رہنا چاہتے ہیں تیلیاں ہو کر
 رہیں گے پائمالِ گردشِ ہفت آسماں ہو کر
 رہیں دو آدمی باقاعدہ بی بی میاں ہو کر
 ضعیفِ دختہٴ زار و نزار و ناتواں ہو کر
 کسی کی زلف کے پھندے، گلوں کی پھانسیاں ہو کر
 کبھی تسکینِ دل بن کر کبھی آرامِ جاں ہو کر
 دمِ آخر کچھ ہمیں لب پہ اپنے سچکیاں ہو کر

مرے گھر آ کے اُن کو یہ سبق تو مل گیا ہو گا ۱ نہ جائینگے کہیں بے بلائے میہاں ہو کر
ہزاروں تیر بسائے کلیجے پر بٹھاپے میں غضبٹھایا ترے قد خمید نے کہاں ہو کر

بسنتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعرِ احمق کا
ہنسنا دیتا ہے روتوں کو بھی کشتِ زعفران ہو کر

برٹش کی حکومت میں ہر انصاف کا بند
ساتی نے جو بھیجے میں مجھے شیشہ سر بند
دشمن کے لئے جبکہ ہوا فتح برک فاسٹ
تثلیث کے ہاتھوں تعجب تو نہیں ہے
اک پردہ نشیں جب سے کرائے یہ کراس میں ۱
سر سڑتی پھرتی ہے ترے جور کی فریاد ۱
کس درجہ پشیمان ہوئے ہیں وہ سر بزم
سجدے ہیں یہی گرزے نقوش کف پا کے
میخانہ کا دروازہ تو وا ہے ابھی اے شیخ
ہم کو یہ خبر کیا تھی کہ ہم مشعلِ عنادل
شب ہم کو کسی طرح بسر کرنی ہے ساتی
ہے ڈاک پہ کیا سنسر قبلہ کی عنایت
اب چاشنی شربتِ آرزو نہ ملے گی
کہتا ہے جو سچ بات وہ ہوتا ہے نظر بند
کیفیتِ میخانہ الفت ہے مگر بند
عاشق پر اسی روز سے ہے باپ ڈز بند
توحید کی تعلیم بھی ہو جائے اگر بند
رہتا ہے مرا خانہ دل آٹھ پہرہ بند ۱
دروازہ انصاف وعدالت ہر مگر بند ۱
پاجامے میں اتنا بھی نہ بودا ہو مگر بند
ڈر ہے کہ نہ ہو جائے تری راہ گزر بند
کس طرح یقین آئے کہ ہے توبہ کا در بند
ہو جائینگے یوں فصل گل آتے ہی نظر بند
مسجد میں چلے جائینگے میخانہ ہے گزر بند
اتنا نہیں اب کوئی لفافہ مرا سر بند
سنستے ہیں کہ ہوتی ہے ولایت کی شکر بند

ہوتے ہیں جو حریتِ کامل کے فدائی رہتے ہیں وہ محبوس، گرفتار، نظر بند
 تم ہاتھ نہ سینے سے ہٹاؤ کہ مری جاؤ + منسل سے ہے اس وقت مراد و جگر بند
 جب ہجر میں تڑپا یہ ندا آئی فلک سے + ہے تیری دعاؤں پہ ابھی بابِ اثر بند
 صیاد کا بچپن بھی غضب ہے کہ چپن میں بلبل کی جگہ زاغ و زغن ہوتے ہیں پر بند
 احمق کی زباں بند کر دو، ورنہ برابر

وہ جیل میں لکھے گا غزلِ رہ کے نظر بند

اک زمانہ ہو گیا دل کی تمنا دل میں ہے بد میں گزریں کہ یہ لیلیٰ اسی محل میں ہے
 شیخ کا سامنٹس و فلاش بھی کونسل میں ہے حیف ہے جو ابھی اس سچی بے حاصل میں ہے
 سیری اس عزت کا خاکہ جو عد کے ل میں ہے مارشل لائیں جو یا تھوڑا سا رولٹ بل میں ہے
 جگمگ ہو گا اسکو ہو گا جان کے جانے کا رنج، ہم تو خوش ہیں سرسبز ادا میں قاتل میں ہے
 ایک ہر محنوں کو لیلے ہو کہ لیلے کا خیال + بات صرف اتنی ہو وہ محل میں ہر ذیل میں ہے
 غیر سی کو صوبہ، ماضی پر مبارک ہو یہ رقص حال و جد اپنا تو پنہاں محنت مستقبل میں ہے
 اپیل کیشن ہمارے داخل دفتر ہوئی + غیر کی درخواست سننے ہیں ابھی نال میں ہے
 اب ہم بسل تڑپنے کی ملیں گی لذتیں مرثہ باد ایدل نمکداں بھی کف قاتل میں ہے
 نمبر ہی فتوے جہاں ہوتے ہیں ٹائپ مشین دارالافتاء جناب ایس پی بائل میں ہے
 دل کی قیمت چار پیسہ بھی نہیں لگتی دہاں + ایک پیالی چائے کی حسرت بھی تب تک ملیں ہے
 ہائے وہ کہنا کسی کا سن کے میرا دعا تم سے ناختم نے پوچھا کیا تمہارے ملیں ہے

بھک سے اڑ جائے نہ آخر قصہ تعمیرِ عراق
غیر سے یوں دیکھنے والے کسی کے سر کی چوٹ
اک موادِ اشتعالِ انگیز بھی موصول میں ہے
لے قصافِ صفت میں آنا چاہیے تجھ کو ابھی
زخمِ وہ بھی تو ذرا دیکھیں جو میرے دلیں ہے
نقخط کا غم، نوکری کی فکر، بچوں کا خیال
رجحِ پیواری حساب ایکڑ و دسل میں ہے
آپ چاہتی تھیں سکتی ہے دل کی آرزو
اپنے مشکل میں کھا رہی تو وہ مشکل میں ہے
دیکھ اوجھنوں کو روزِ نر پر دہ محل میں ہے
رخنے گر قسمت نہ ہو تیری تو ایسے کالاجال

ہے کی پشتوں سے حاصل اس کو اعزازِ وفا

مدتوں سے یہ خمیرِ احمق کی آبِ گل میں ہے

میرے نالوں سے آشنائی کی
رات اور رات بھی جُہائی کی
شامت آئی ہے نارِ سائی کی
عمر نے آج بے وفائی کی
شوق نے کیا ہی بوپلائی کی
کسکی آنکھوں نے فتنہ زائی کی
بلکہ بندر سے آشنائی کی
نوبت آئے گی ہاتھ پائی کی
اب کسے آرزو رہائی کی
لاٹ صاحب نے ناخدا کی
ہے جنھیں آرزو خدا کی
عشق تجھے نہیں کیا میں نے
کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار
عمر گزری تفس میں اے صیاد
کشتی دل کی بحرِ آرزو میں
جو تے کھائینگے صورتِ نمرود

رُخِ تقویٰ ہے اور غاڑہ مکر
 ہائے تقریب وصل کیا ہوگی
 ۱۔ وہ جازے پر میرے کہتے ہیں
 دل کیا ہم نے نذرِ لاد جارج
 گت سنی خوب پارسائی کی
 انکو عادت نہیں مٹھائی کی
 اب کہو کس نے بے وفائی کی
 کیسے کھوٹ سے آشنائی کی
 کیا حجامت ہوئی ہے نائی کی
 قدر کھوتے ہیں جبہ سائی کی
 ناک کاٹی ہے پارسائی کی

جیل کے بعد پھر کہاں آحق
 صحبتیں جوزف وِرسائی کی

سونٹیں اور ایک پیالہ شراب کا
 ۱۔ یہ شکل زشت اور یہ تقاضہ نقاب کا
 یارب براہو ساقی خمت مآب کا
 اللہ حافظ آپ کی شرم و حجاب کا
 احسان ہے ترے کرم بے حساب کا
 گزرے گا کس طرح سے زمانہ شباب کا
 ہے جس کے سر پہ بھوت حصولِ خطاب کا
 گنگا کا، گھاگرا کا اٹک کا چناب کا
 کہنے لگے ہیں سب مجھے گیرِ کتاب کا
 اک شعبہ تھا شوخی رنگِ نقاب کا
 اس عہد میں فرشتہ صفت ہر وہ آدمی
 آنکھوں نے روکے نام ہی بالکل ڈبو دیا
 ہوں مجبورِ صحیفِ عارض کچھ اس قدر
 کہ قابلِ ستائش اُلفت ہر حسن یار

دراصل پیش خیمہ ہے اک انقلاب کا
 اب تو مزاج ہی نہیں ملتا جناب کا
 نیلام ہونے والا ہے ٹھیکہ شراب کا
 ساقی کی تو ند ہے کہ ہے مٹکا شراب کا
 گرہ کا، شکر کا، قند کا، بصری کا راب کا
 گھر بس گیا مرے دل خانہ خراب کا
 سودا نکال دیں گے حصولِ خطاب کا
 کھوتی ہے خود دلوں کا رعب و اب کا
 سکے رواں تھا تیرے نظامِ شباب کا
 غنچہ چمک کے پھول نہ بنتا گلاب کا

یہ ملکِ دل میں شورشِ رنج و غم و محن
 اتنا غرور ہو کے جواں اے تری پناہ
 شیخِ اشتہار بانٹتے پھرتے ہیں شہر میں
 کیوں ہو ہے ہیں اہل خرابات لوٹ پوٹ
 شیرینی و فانی مزا تلخ کر دیا
 میر ڈھوا جو آرزوئے وصلِ یار سے
 سقمونیا ہے ترکِ تعاون کے مہلات
 اربابِ حل و عقد حکومت کی پالسی
 وہ دن بھی خوب تھے کہ جب حسنِ مس فروش
 طرزِ تبسم اس کا اڑاتا اگر نہ وہ

احمق پہ ان کی سحر نگاہی کا کیا اثر

طالبہ جاہ کا نہ وہ خواہاں خطاب کا

پہلے جو تیر تھا تو وہ قد اب کمان ہے
 گویا جنابِ شیخ کے گھر کی دکان ہے
 کیا ہو مجھے خوشی کہ مرا امتحان ہے
 وہ حرفِ آرزو کہ اب اک داستان ہے
 پھر اس میں کیا غلط ہے کہ تو میری جان ہے

پیری میں بھی جھانکی وہی آن بان ہے
 دورِ سب رہے اور وہ یوں بے تکان ہے
 برہمی میں دھار ہے نہ سردی پرسان ہے
 آیا تھا کیوں زباں پر میری ان کے سامنے
 تیرے بغیر جب ہر مری زندگی محال

مطلب یہ ہے کہ میں تو جلدوں ہو مگر خود ۱۔ سگڑ مجھے ہی اور رقبوں کو پان ہے
 باقی رہی نہ خاک بھی پا مالِ جو ر کی
 اے حُسنِ یارِ حرمتِ ناموس چاہئے ۲۔ تیری طرف سے عشق بہت بدگمان ہے
 ممکن نہیں کہ بارِ عیادت اٹھاسکے
 اُس حشمِ مست پر بھی لکپٹینگ ہی لازمی ۳۔ وہ بھی تو اک کھلی ہوئی موی کی دکان ہے
 مجھ کو دکھا کے غیر یہ ہیں مہربانیاں ۴۔ اچھا تو یہ کہو کہ مرا امتحان ہے
 اللہ ری حسرتیں دلِ آنر پرست کی
 زلت اٹھا کے غیروفا دار بن گیا
 اعزاز بھی خطاب بھی بسکٹ بھی چاہی
 اے عالمِ تصویرِ گیسو خُدا گواہ
 کس نے کہا تھا حضرتِ دل اسکو چاہئے

احق کو جو رچرخ کا شکوہ نہیں کہ اب

اس پر بجائے یار بہت مہربان ہے

ظلم و جفائے یار کا خوگر بنائیں گے ہم دل کو ہوسکے گا تو پتھر بنائیں گے
 جو اپنے دل کو طالبِ آرزائیں گے دوزخ میں گھر وہ اپنا سقر بنائیں گے
 کچھ تو پیامِ شوق کی تقریب اُسنے ہو ہم اپنے مرغِ دل کو کبوتر بنائیں گے
 تویں گے موتیوں میں غمِ ہجر یار کو ۱۔ ہم قطرہ ہائے اشک کو گوہر بنائیں گے

صاحب بہادر و سب بہت بھاگتا ہے دل
 تہذیب مغربی کا اشارہ یہ مجھ سے ہے
 اے ہجر یار مار کے تجھ کو مرے گے ہم +
 اہل پولیس کو ہے مری فکر کس لئے
 سی آئی ڈی کی خدمت دیرینہ کے عوض
 شیرینی وفا کی ہے بہتات اگر یہی
 کشتہ کیا ہے حسرتِ پابوس میں جسے
 دل کو تو سیلِ اشکِ اں نے ڈبو دیا
 بُت کچھ خدا نہیں کہ ہر دل کا خوف ہو
 تعزیر اگر نہ دیں گے مجھے جرمِ عشق پر
 ہے بزمِ می میں حاجتِ اباب زہد بھی
 مجھ کو یہ کیا خبر تھی کہ آپ لے جنابِ عشق
 اُمید ہے کہ حسرتِ آرز کی قبر بھی

اب سکو ڈیم فول کا خوگر بنائیں گے
 ہم آدمی سے اب تجھے بند بنائیں گے
 تیری بھی تربت اپنے برابر بنائیں گے
 کیا پھر وہ جعل اب کوئی مجھ پر بنائیں گے
 سی آئی اسی وہ ہم کو مقرر بنائیں گے
 حلوہ فروش گڑ کو بھی شکر بنائیں گے
 کیوں اسکی کھال کا وہ سیل پر بنائیں گے
 ان سے کہو کہ اب وہ کہاں گھر بنائیں گے
 آخر یہ کیا کسی کا بل گڑ کر بنائیں گے
 وہ فول اور فلش تو مقرر بنائیں گے
 ہم اس کلب کا شیخ کو ممبر بنائیں گے
 یوں ابتدا ہی میں مرے دم پر بنائیں گے
 احباب میرے میری برابر بنائیں گے

۰ احمق ہے جیل خانہ بھی کیا لطف کی جگہ

ہم اس میں کانگریس کا دفتر بنائیں گے

محبت میں رو کیا، نارو کیا دل آیا جب تو پھر اچھا برا کیا
 مری حالت سے ان کو واسطہ کیا حد وہ کیا جانیں وفا کیا ہے جفا کیا

میں اور دل تم کو دیوں یہ کہا کیا مدد کی طرح ہوں میں بھی گدھا کیا
 مری کشتی ہے بے پردائے ساحل تلاطم خیز نئی بحرِ فنا کیا
 سوالِ وصل پر مار دعوں کو یہ اس آلو کے پٹھے نے کہا کیا
 جسے تم مددِ عی سمجھو بھلا وہ کرے تم سے بیانِ مددِ عا کیا
 نواز شہائے آرزو یکھتا ہوں شکایتہائے بطل کا گلا کیا
 سب اس کی قدر دانی ہو ورنہ مراد کیا ہے دل کا مددِ عا کیا
 بڑے صاحب نے پوچھا ہو ہمیں آج نہ پوچھو اب ہمارا پوچھنا کیا
 ہمارا دل ہے ہم چاہیں جسے دیں میاںِ ناصح تمہارے باپ کا کیا
 نہ پوچھو میں تمہیں کیوں چاہتا ہوں یہ پوچھو میں نے دیکھا تم میں کیا کیا
 چلے کالج سے پہنچے کو نسل میں ہماری ابتدا کیا انتہا کیا
 تم اپنے دست و بازو کو سزا ہو ہماری سخت جانی کا گلا کیا
 مرے خط کے عجب معنی تراشے لکھا کیا تھا رقیبوں نے پڑھا کیا
 مجھے دیکھو رقیبوں پر نہ جاؤ نہیں دُنیا میں اب اہلِ وفا کیا

جنہیں ملتی ہے نیشن ان کو استحقاق

خیالِ پریش روزِ جزا کیا

ہمارے دل کا کوئی قدر داں نہیں ملتا یہ اونٹ وہ ہے جسے سارباں نہیں ملتا
 جہاں میں امن و امان کا نشان نہیں ملتا بشر کو چین تیرا آسمان نہیں ملتا

کچھ ان کو اپنی جھانڈوں پہ بغیر آئی ہے ۱۔ تو ڈوبنے کے لئے اب کنواں نہیں ملتا
 قفس سے ہو کے رہا مرغِ آشیاں برباد ۱۔ چمن کو ڈھونڈ رہتا ہے اور نشان نہیں ملتا
 رقیب ہی کیلئے ہے یہ چائے اور بسکٹ ۱۔ ہمیں تو پاں بھی اے سیری جاں نہیں ملتا
 جگر پہ تیرِ ستم کھانے کی تمنا ہے ۱۔ ستم یہ ہے کوئی ابرو کماں نہیں ملتا
 اسی طرح وہ مرادِ دوست سُن لیتے ۱۔ مگر مجھے کوئی افسانہ خواں نہیں ملتا
 نکل کے گھر سے مرے اب یہ حال ہے کہ انھیں ۱۔ ملاش پر بھی کوئی قدر رواں نہیں ملتا
 اب آئی ہے مری باری تو قتلگہ میں انھیں ۱۔ غضب یہ ہے کوئی خنجر رواں نہیں ملتا
 ہمارے بعد یہ کیا ہو گیا کہ دنیا میں ۱۔ کہیں بھی مہر و فنا کا نشان نہیں ملتا
 جبیںِ ناصیہ فرسائے جیِ حنوری کو ۱۔ درِ خطاب! ترا آستان نہیں ملتا
 نہیں ہیں چشمِ حقیقت سے دیکھنے والے ۱۔ وگرنہ وہ بُتِ کافر کہاں نہیں ملتا
 وہ مرگِ غیر پہ اظہارِ غم کریں کس طرح ۱۔ کرائے پر بھی کوئی نوحہ خواں نہیں ملتا
 میں قبیس ہوں کہ اٹھاؤں ترے شترِ غم ۱۔ عبت مزاجِ ترا سارے باں انہیں ملتا

سُنا ہے جاتے ہیں اب اگرہ سے فیض آباد

ہلکوں ہمیں کبھی ”احمق میاں“ نہیں ملتا

میرے دل پر اک عجب حیرت کا عالم کر دیا ۱۔ ان نگاہوں نے یہ کیسا مسمِ ریم کر دیا
 اضطرابِ دردِ فرقت نے یہ عالم کر دیا ۱۔ بھر کی شبِ مجھ کو اک برقی مجسم کر دیا
 دیکھے جس کو لئے آتا ہے بہرِ نذر دل ۱۔ چاہنے والوں نے انکا ناک میں دم کر دیا

رہ گیا قاتل بھی ششدر منہ ہمارا دیکھ کر
 میرے نامہ کا تو مطلب صاف واضح تھا مگر +
 کیا بڑی شے ہے رعونت بھی، ہزاروں آدمی
 اس خطا پر یعنی میں نے کیوں کیا اظہارِ عشق +
 تو نے اے عشق زرخیز ان ہو کے ارزاں سچ یہ ہر
 مشتبہ میں کیا میرا کاتب اب بھی میرے دوست +
 کیا قیامت کی یہ تو نے شوخی رفتارِ ناز +
 شیخ جی اس میں تہجد کی کرامت کچھ نہیں
 ملزم الفت اگر میں تھا تو مجھ کو مارتے
 کام آئی عاشقوں کی انکے در یوزہ گری
 کم نہ تھا یونہی مراق اپنا کہ تو نے اے صبا
 اس طرح قتل میں ہم نے امتحاں جم کر دیا
 پڑھنے والوں نے پڑھا ایسا کہ مبہم کر دیا
 تھے، کہ جنکو اس نے شیطان محسم کر دیا
 اس قدر مارا مجھے اس نے کہ بے دم کر دیا
 سیب صبی چیز کو ہم زرخِ شلجم کر دیا
 اب تو میں نے اس جگہ کا بیٹھنا کم کر دیا
 عاشقوں کو پامال جو رہیم کر دیا
 پانیر نے آپ کو مشہور عالم کر دیا
 آپ نے راشن مرا کس واسطے کم کر دیا
 کچھ دنوں کے واسطے آٹا فراہم کر دیا
 اور بھی کچھ گیسوے پیچاں کو برہم کر دیا

ہنس پڑیں بے ساختہ سنکر جسے اہل مذاق

لیجئے احمق نے وہ ساماں فراہم کر دیا

کیمپ میں بھی میں رہا کرتا ہوں دفتر کے سوا
 جڑوں کو تر ہو تو دوزخ میں جلوں اے ساقی
 نامہ یار کا مشکل ہے پہنچنا مجھ تک
 اور ہی کچھ ہے طیبو! مرضِ غم کا علاج
 گالیاں بھی مری قسمت میں بیٹھ کر کے سوا
 مچھلو کچھ اور نہیں چاہیے کنٹر کے سوا
 تاک میں غیر بھی ہیں حضرت سنسر کے سوا
 کا ہو خطمی و بالو نہ واذخہ کے سوا

اور تھا کیا مجھے پالش کا صلہ کیا ملتا
 وہ مرے دل سے جو کلیق کہا جائے کہ اب
 دل اگرے تو نہ دے مجھ کو خدا کچھ دل میں
 لکھ پتی ہو تو کرے ان کی محبت کا خیال
 حُسنِ فیشن کیلئے اسکی ضرورت بھی ہو سخت
 یہ مزید انکی عنایت ہے کہ عاشق سے وہ اب
 بسکہ گرداب میں ہے کشتی نہیں شکنی
 جن دماغوں میں بسی ہوئی تہذیب کی بُو
 دہی صورت دہی عادت دہی نقشہ ہی رنگ
 بس دہیں بیٹھ کے فرمائیں گے تلقینِ صلوٰۃ
 عمر بھر نا صبیہ فرسائے درِ دیر رہا
 حضرت بوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا
 دوسرا گھر بھی نہیں ہوا نہیں اس گھر کے سوا
 خواہشِ مہری و کونسل و آنر کے سوا
 جانتے ہی وہ نہیں کچھ طلبِ زر کے سوا
 حُسنِ صورت بھی ہو کچھ ٹائی و کالر کے سوا
 بل لیا کرتے ہیں بُدھ کو بھی سینچر کے سوا
 نا خدا کون بنے حسرت و جوہر کے سوا
 عطر کیا بھائیگا اب انکو لوٹدر کے سوا
 کس سے تشبیہ انھیں دیجئے بندر کے سوا
 شیخ جائیں گے کہاں بزمِ مزعفر کے سوا
 برہمن کو نہ ملا خاک بھی پتھر کے سوا

سخت ہے سُلہ ہند کی گتھی اتحق

کون سلجھائے اسے ناخنِ خنجر کے سوا

دلِ شیخِ محسنِ اجات ہے
 خیال اس کے کیسوا دنِ بات ہے
 مری اس قدر کیوں مدارات ہے
 اُلٹنے کو ہے مدعی کی بساط ہے
 شبِ لیلۃِ القدر کی رات ہے
 ہیں جیل میں بھی حوالات ہے
 مگر اسمیں بھی کچھ نہ کچھ گھات ہے
 بس اب ایک ہی چال میں بات ہے

وہ کہتے ہیں پچھلے ستم بھول جاؤ
 کسی طرح کاٹے سے کشتی نہیں
 وہ کھلجائیں گے چار چھ بار میں
 عدو نے کہا ہے جو کچھ آپ کو
 وہ کیوں آج ہیں اس قدر مہرباں
 نہیں کوئی بدخواہ ملک و وطن
 وہاں چھپکے جاتا ہے غیر اس طرح
 ہمیشہ رہا مودِ ظلم، عشق
 امامت بھی اب ممبری ہو گئی
 برہمن ہی سے کیجئے عشق اب

یہ اچھی تلافی مافات ہے
 قیامت کا دن ہجر کی رات ہے
 ابھی ان سے پہلی ملاقات ہے
 کہوں کیا بڑے شرم کی بات ہے
 خدا جانے یہ آج کیا بات ہے
 مگر جن کو حرص خطا بات ہے
 جو دیکھے یہ سمجھے مسماں ہے
 ترے عہد میں کیا نئی بات ہے
 یہاں بھی گورمنٹ کا مات ہے
 نبوتوں سے تو ترکِ مولات ہے

بہت دن سے آیا نہیں گھر سے خط

نہ معلوم احق یہ کیا بات ہے

ہنگامہ زارِ شوقِ دل زار ہو گیا
 اس درجہ محو لذتِ آزار ہو گیا
 کیا دفعۃً یہ اے نگہ یار ہو گیا
 احساسِ دردِ دل مجھے دہشوار ہو گیا
 سارے جہاں کا حال زمانہ کی آساں
 یوسف کے دم سے گرمی بازار تھی، مگر
 خط کیا ہوا رقیب کا اخبار ہو گیا
 تو آکے اور رونق بازار ہو گیا
 ان کا اخبار خاک نشینانِ عشق سے
 اتنا بڑھا کہ سچ میں دیوار ہو گیا

غیر اور ضبطِ راز محبت محال تھا + ہم جانتے تھے سہل ہے مرنے کا نصیب
 آخر وہ جان دینے کو تیار ہو گیا + وہ بھی فراقِ یار میں دشوار ہو گیا
 یورپ میں پالسی کا خزانہ تھا جس قدر + نذرِ عراق و فارس داتا تار ہو گیا
 تاکیدِ ناز اٹھانے کی کیوں کے رقیب کو + بندہ نواز عشق بھی بیگوار ہو گیا
 خوش ہوں کہ عشقِ زلف کی عزت تل گئی + گوسترہ الف میں گرفتار ہو گیا
 اک گلبن کے عشق میں کھائے ہیں تنے داغ + سینہ بہارا غیرتِ گلزار ہو گیا
 جو کچھ تھا نقدِ ہند و سرخِ جی کے پاس + سب آج نذرِ تشقہ و زنا ہو گیا
 وقت بھی کیا بلا ہو کہ دلِ ساعرِ بیہودہ + دشمن سے بڑھ کے جان کو آزار ہو گیا
 کہتے ہو مدعی یہ نہیں چشمِ التفات + یہ تو صریح ظلم سے انکار ہو گیا
 جاگیرِ خجند کام ہی آئی کہ آخرش + مجنوں کا خاندانِ زیندار ہو گیا
 ساتی کی ایک آنکھ کا اعجاز تھا کہ میں + بس ایک ہی پیالہ میں سرشار ہو گیا
 لکنت نے خوب کام بنایا دمِ وصال + انکار کر نیوالے تھے اقرار ہو گیا
 کیا پوچھتے ہو اس نگہِ نیم باز کو + اک تیر تھا کہ دل کے مرے پار ہو گیا
 احسن امید کس سے محبت میں کیجئے

دل بھی جب اپنا اسکا طرف دار ہو گیا

شکلِ آرزو نظر نہیں آتی + میری امید بر نہیں آتی
 کیا سبب ہو کہ اس کے کوچے سے + میرے دل کی خبر نہیں آتی

قدِ موزوں کو جانتا ہوں کھجور شاعری مجھ کو کر نہیں آتی
 سچ تو یہ ہے کہ آپکو سچ بات حضرت پانیسرا نہیں آتی
 بائیں صد سالگی بھی زاہد کو + نیندا بھی رات بھر نہیں آتی
 ہم اسے دیکھتے ہیں آٹھ پہر جس کی صورت نظر نہیں آتی
 کیمپ کے بھی نہیں ہیں ہم کہ ہمیں چا پلو سی بھی کر نہیں آتی
 پڑھتے ہیں کاجوں میں ساری عمر قابلیت مگر نہیں آتی
 شکل اس کی ذرا نظر آجائے ایسی صورت نظر نہیں آتی
 دیکھئے شام ہجر کے غمزے کہ کبھی میرے گھر نہیں آتی
 شیخ کی طرح وعظ فرما کر مجھ کو جیب اپنی بھر نہیں آتی
 دلہی جانتے ہیں غیروں کی دلبری میری کر نہیں آتی
 ٹھوکریں کھا کے بھی مری تقدیر کیا ہے جو راہ پر نہیں آتی
 زخمِ دل کی بھی دیکھ بھال تجھے ابھی اے چارہ گر نہیں آتی

کیا سبیل معاش ہوا حتم

جیب ہم کو کتر نہیں آتی

دور دور اے چمن میں ظلم و استبداد کا خوب اُلو بولتا ہے اندنوں صیاد کا
 سُن کے نالہ عند لیبِ آشیاں برباد کا قہر سو جائیگا بھرا یا جو دل صیاد کا
 جادِ جاؤ مٹ نہ کھلواؤ مری فریاد کا در نہ پھر شکوہ کر دگے شکوہ بیداد کا

کون پُرساں ہے چمن میں بلبلِ ناشاد کا
 حشرِ پرکیوں چھوڑتے ہو فیصلہ بیداد کا
 واہ کیا کہناتری اس بھول کا اس یاد کا
 پاس کروں اک رزدلیوشن مبارکباد کا
 سچ تو یہ ہے نام روشن کرو یا شاد کا
 قید میں ہونا جنابِ بوالکلام آزاد کا
 کیا قیامت ہے لڑکپن بھی مرے صیاد کا
 آج میں اٹھ کے مُنہ دیکھانھا کس ناشاد کا
 احترام اتنا تو ہو سُرال میں داماد کا
 پھر گیا آنکھوں میں نقشہ جنتِ شاد کا
 گردشِ صد آسمانِ ظلم و استبداد کا
 لاٹ صاحب کی دہائی وقت ہے امداد کا
 کر کے اظہارِ وفا طالبِ ہوان سے داد کا
 حسرتِ تاتار و شام و بصرہ و بغداد کا
 غلِ مچایا ہم صغیروں نے مبارکباد کا
 دوستی کا دشمنی کا لطف کا بیداد کا
 ہے چڑھیاروں کے ٹوٹے میں سکاں صیاد کا

فکر سے گلچیں کی ہے کھٹکا اسے صیاد کا
 سُن بھی لو اظہارِ میرے نالہ و فریاد کا
 بھول جانا مہر و الفت یاد رکھنا ظلم و جور
 یہ بھی ان سے ہو نہیں سکتا کمرِ غیر پر
 ”باغِ پالیسی“ بنا کر حضرت ریڈنگ نے
 یہ بتانا ہے کہ ہند آزاد ہونے کو ہے اب
 بلبلِ ادراؤں میں کر سکتا نہیں کچھ امتیاز
 صبح سے ناشام رویا ہوں اکیلا بیٹھ کر
 جس قدر عزتِ اسیرِ زلف کی زنداں میں ہے
 دیکھ کر ایوانِ کونسل کی نمودِ کبر و زور
 دید کے قابل ہے نظارہِ نضائے ہند میں
 پیسے آئی ہے تربت میں مجھے سختی گور
 مدعی کے سر میں شاید آج خارش ہو کہ آج
 ہو جوازِ مغربی تابوتِ ہی کے ساتھ ساتھ
 جب قفس میں نو اسیرِ ہستانِ اخل ہوئے
 مٹ گیا جب دلِ محبت میں مزا جاتا رہا
 ہم صغیروں کی جُدائی شاق ہو جاتی مگر

ختم ہونے کو ہیں احق دوستوں کی صحبتیں
اگرے سے کوچ ہونے کو ہے فیض آباد کا

کیوں جیل میں نہ ہر سو نعرے لگیں خوشی کے،
صدے اٹھا رہے ہیں تلخی زندگی کے
طالب ہیں کونسل کے خواہاں ہیں ممبری کے
ہندوستان کی قسمت ہے جلد کھلنے والی
ہم جی حضور یوں کو سمجھیں برا تو کیونکر
عاشق پہ بھی عنایت دشمن سے بھی لگاؤ
دل لیکے پھر یہ لڑائیں نکالیں ابھی ۱
تم کو بڑی قسم ہے اے ظالمانِ یورپ
ریڈنگ اپنی چالیں بس اپنے پاس رکھیں
ایمان سے ہاتھ دھو یا مذہب پہ لات ماری
یونہی بُری ہے زاہد یا بادہ محبت
بے دست و پا پہ اکثر چلتا ہے جن کا خنجر
پرسب لگاؤ میں ہیں عاشق کے دل کی خطا
ریڈنگ وکس دچرل، برکن ہڈ اور کرزن
دشمن بلے ہیں قسمت سے "رام داس جی" کے
جینا اگر یہی ہے ہم کیا کریں گے جی کے
ہیں شیخ جی میں سارے اوصافِ بزرگی کے
چاروں طرف ہیں جلوے امنِ اُستی کے
کتے سہی، مگر ہیں انگریز کی گلی کے
ہوتا نہیں یہ ان سے وہ ہو رہیں کسی کے
صدقے نگاہِ جاناں اس بوز نہ دشی کے
باقی رہیں طریقے ہرگز نہ دشمنی کے
دیکھے ہیں خوب ہم نے یہ باغِ پالسی کے
اے کاش ہم نہ پڑتے پھندے میں نوکری کے
دیکھی بھی کسی دن دوچاگھونٹ پی کے
چرچے ہیں اک جہاں میں انکی بہادری کے
دور نہ بتان خود میں ہوتے ہیں کب کسی کے
ہیں پانچ ناگ گویا یہ ناگ پنچھی کے

عہدِ رام داس جی گاندھی آپ مہاتاجی کے تیرے صاحبزادے ہیں ۲۸ فروری کو جیل میں تشریف لائے۔

مشتوق جس طرح سے چاہے اسے بچائے ۱۔ عاشق کو سب طریقے آتے ہیں بندگی کے
 اغیار کی شامت، احباب کی ملامت ۲۔ دن کر رہا ہوں پورے الفت میں زندگی کے
 چکھا نہیں جنھوں نے پوری تیج کا مزہ بھی حیرت ہو کس بنا پر خواہاں ہیں لیڈری کے
 نکلیں گے جیل سے ہم احق سوراخ لے کر
 بیٹھے ہوئے وظیفے پڑھتے ہیں شانتی کے

چھپر کر اس نے مسلہ عشق میں اعتماد کا کھول دیا بھرم تمام غیر ہوس نہاد کا
 چاہیے انتظام خاص یاس کے انسداد کا بس یہی اک طریق ہے قطع رہ مراد کا
 ڈر ہے مجھے کہ ہونہ جائے روگ تمہیں بھی داد کا ۱۔ خون میں ہر رقیب کے سخت اثر فساد کا
 یہ، کہ تمام ملک ہے گامزن رہ مراد اک گل نو بہار ہے گلشن اتحاد کا
 عمر گزر گئی کہ ہے ناصیہ سائے آستان بہر خدا الحاظ کر بندہ خانہ زاد کا
 صوم و صلوٰۃ و صبر و شکر کا ہوا تر جو کپ میں دوٹ کیا گیا ہے پاس شیخ پر اعتماد کا
 کوہکن اور قیس میں بعد مرے چلے گی خوب ۱۔ دیکھے کیا ہو تصفیہ عشق کی جائداد کا
 درپے قتل یاس سے جوشِ فردن آرزو انتظار دفاع کو حکم ملے جہاد کا
 غصہ و غمزہ و سرکشی سے ہے خمیر آدمی بسکہ یہ اک کرشمہ ہوا آتش و خاک باد کا
 پٹنے کو جی میں ہو کر ہے انسے بیان درو عشق سر میں ہو خارش اس لئے ذکر ہے انے داد کا
 کرتے تھے منع اسی لئے دیکھے رو پڑے نہ آپ لب لباب سن لیا عشق کی رو داد کا
 جتنے سخن طراز میں مست خرام ناز میں ۱۔ یار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہو ستر زاد کا

جب ہے یاد زلفِ مرنجِ نختہ نگاہِ شوق
سیکڑوں اہل ظلم و جور تختہ تباہ ہو گئے
خیر وہ جس طرح بھی ہو آپکو اسے کیا غرض
دل ہے تباہ آرزو سینہ ہے پائمالِ غم
ہجر میں چھوڑ کر تپاں چلے دے مدعی کے گھر
آکے وہ قتل گاہ تک پھر گئے کیوں ؟ بُرا ہوا
حاصلہ دل میں رہ گیا احمقِ نامراد کا

روز افزوں ہیں غنا دل پرستم صیاد کے
نالے سُن سُن کر قفس میں بلبلِ ناشاد کے
ان سے شکوے ہیں ملاںِ خاطرِ ناشاد کے
بند کر کے پر کترِ نابلسِ ناشاد کے
اس غوثی میں شیخ نے پایا ہے اعزازِ خطاب
مجھ کو اپنی سخت جانی سے یہ اندیشہ ہوا آج
اہلِ مغربِ عجمِ شاہنشاہیت میں سچ یہ ہے
ختم کرو اپنے عاشق پر مری جاں آج تم +
مرغِ بسل کی طرح تڑپا کرے کب تک کوئی
جوشِ وحشت میں میرا زادی کی کیا کیا لذتیں

کچھ نہیں تو دن ہی کچھ کم کر دے میعاد کے
ہوش کیوں پران ہو جاتے میاں صیاد کے
ڈریہ ہو ٹکڑے نہ اڑ جائیں لبِ فریاد کے
اس بڑھاپے میں یہ اندازِ جفا صیاد کے
ہر طرف سے تار آتے ہیں مبارکباد کے
شل نہ ہو جائیں کہیں بازو مرے صیاد کے
باپ ہیں نمرود کے فرعون کے شہاد کے
یاد ہوں جتنے طریقے ظلم کے بیداد کے
اور بھی دو ہاتھ ظالم خنجرِ بیداد کے
چینجا ہوں خوب لے کر مرے فریاد کے

تم نہ آئے تھے تو یہ شب بھر ہی تھی میرے پاس
 مجھ کو تم سے جو محبت ہے وہی جانیں گے کچھ
 کبت تک آخر یوں رہیں گے بلبلی ناشاد پر
 اقتدارِ حرمتِ ترکی و ایراں ہو بکال
 جیل خانوں سے دلِ احرار گھبرائے گا کیا
 وحشت و دیوانگی و خبط و سودا و مراق
 پیرِ سنِ لندن کے ہوٹل دیکھ کر سمجھایہ میں
 زندگی پر میری احساں ہیں تمہاری یاد کے
 جو سمجھتے ہیں تعلق قمری و شمشاد کے
 جو رگھیں کے خداوندِ اہم صیاد کے
 دن پھر میں یارب حیاتِ مسلم ناشاد کے
 یہ تو گھر میں پیرِ ان سنتِ سجاد کے
 چند عنوان پریشاں ہیں مری روداد کے
 ہوں ہوں نقشے میں یہ سب جنتِ شاد کے

مختصر یہ ہے رہا وہ عمر بھر پا مال جو

پوچھتے کیا ہو سوا سچِ احمق ناشاد کے

آئے تھے دنیا میں ہم برباد ہونے کے لئے
 نذرِ جو رد صرف استبداد ہونے کے لئے
 جن میں میں آپ فرمائینگے پالیسی کی کاشت
 ہر طرف سے کامل آزادی کے خواہاں جو جوق
 اہل یورپ کے خصائص اور خصائل چاہیں
 پیشِ خیمہ ہے رہائی کا اسیری عشق کی
 لے ہوئے کوئے جاناں ہم بھی تیری راہ میں
 مجھ کو رکھتے اردلی میں تم بجائے مدعی
 ہاں مالِ حسرتِ بیداد ہونے کے لئے
 کیا ہمیں تھے یا خدا برباد ہونے کے لئے
 مجھ سے کہئے اس میں کی کھا دہونے کے لئے
 آیت میں جیل میں آباد ہونے کے لئے
 ہم سرِ قومِ مشرودِ عباد ہونے کے لئے
 قید ہوتے ہیں مگر آزاد ہونے کے لئے
 خاک کی مانند ہیں برباد ہونے کے لئے
 بس ہی کجنت تھا ہمارا ہونے کے لئے

وصل میں فرقت کا قصہ چھیر کر رونا ہی کیا ۔ اک بہانہ تھا عدو کی یاد ہونے کے لئے
 ہے مرا جذبِ تصور ہی بڑا تصویر کش میں نہیں منت کش بہزاد ہونے کیلئے
 سہل بھٹی ویرانی دل لیکن اب درکار ہے اک زمانہ اسکو بھر آباد ہونے کیلئے
 جب کہا میں نے بنوں گا آپ کے کوچے کی خاک ہنس کے فرمانے لگے ”برباد ہونے کیلئے“
 سخت قید و بند کی سختی اٹھانی چاہیے ہم کو قید و بند سے آزاد ہونے کیلئے
 جانیے رہنے بھی دیکھے یہ پٹے بازی کے ہاتھ کچھ سلیقہ چاہیے جلا د ہونے کیلئے
 ہند کی حالت یہ آتا ہے ہمیں ردنا کرائے یہ جن اور اس طرح برباد ہونے کیلئے
 خنجر قاتلِ خدا را جلد ادھر آ، رحم کر سرمہ نذر استبداد ہونے کیلئے

ہم نے احمق اپنی حریت پسندی کے سبب
 قید رہ کر بھی مزے آزاد ہونے کے لئے

اب تاپِ ضبطِ رشک مجھے لے عدو نہیں بس آج میں نہیں کہ وہاں آج تو نہیں
 تیری نگہ کے واسطے لے فتنہ خو نہیں ۔ دل ہے ہمارے پاس مگر فالتو نہیں
 مایوسی وصال سے اُکتا گیا ہے دل اب ترکِ آرزو کے سوا آرزو نہیں
 بیٹم بھی فلتش بھی بلبیدی بھی فول بھی اک مس کے عشق میں مری کیا ابرو نہیں
 لے خبطِ ممبری بخدا واقعہ ہے یہ وہ دل نہیں کہ جس میں تری آرزو نہیں
 یہ صرف حُسنِ ظن ہے ہمتارا اگر نہ کیا تم سے زیادہ اور کوئی خوب رو نہیں
 عاشق کو صرف اک نگہ لطف چاہیے ۔ اے چشمِ مست حاجتِ جام و سبو نہیں

پوچھو نہ تم میرے دل بربادِ غم کا حال
ان خس کی ٹیٹوں سے بھلا فائدہ ہے کیا
دل لینے سے تو قبل بہت کچھ تھا ذکرِ عشق
کیا کرو یا یہ اے نگہ التفاتِ عام
اُنو نہیں نہ اس گلِ عارض پہ لبلیلیں
رسوا کیا جو عشق کو تو نے تو کیا ہوا
یاد شمنوں میں بھی نظر آتا تھا اک خلوص
دل میں نہیں ہر جسکے بزرگوں کا احترام

مَدّت ہوئی کہ اس میں کوئی آرزو نہیں
عاشق کی آہ شعلہ فشاں کوئی لو نہیں
اب اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہیں
کیا ہو گیا کہ اب وہ نگاہوں میں تو نہیں
یہ پھول وہ ہے جس میں محبت کی بو نہیں
اے حُسنِ یار تیری بھی اب آبرو نہیں
یاد دوستوں میں آج محبت کی بو نہیں
ایمان کی بھی اس میں بلاشبہ بو نہیں

احمق کسی کی سخت کلامی سببِ محال
عاشق ضرور ہے وہ مگر ”ڈیم یو“ نہیں

اسی باعث تو میرے قلب کو تنگیں نہیں ہوتی
محبت میں کبھی تفریق آن و اس نہیں ہوتی
کہیں پرش تری اے زلفِ مشکِ گیس نہیں ہوتی
سوالِ وصل پر میرے کبھی وہ ہاں نہیں کرتے
کسی دن بے بلائے بھی جیسے اک کلمے صاحب
تمہارا وصفِ عارض لکھ ہا ہوں پھر تعجب کیا
نگاہ تیر کا قابو مرے دل پر نہیں چلتا

کہ وعدہ ہوتا ہے اور وقت کی تعمیر نہیں ہوتی
یہ وہ منزل ہے جس میں بحثِ کفر و دین نہیں ہوتی
مگر دنیا میں قدرنا فنا ہے چیں نہیں ہوتی
دعا میری کبھی منت کشِ آئیں نہیں ہوتی
محبت میں زیادہ سختی آئیں نہیں ہوتی
مرے خط کی عبارت کچھ مگر رنگیں نہیں ہوتی
یہ مرغابی شکارِ پنجہ شاہیں نہیں ہوتی

مریخت سخت جاں جب یکتا ہے صبح روتا ہے کہ وہ ہوتا ہے اور شمع سر بالیں نہیں ہوتی
 برا ہوا اضطراب درو کا یہ کیا قیامت ہے وہ پہلو میں ہیں اور دلوں کے تسکین نہیں ہوتی
 اگر ہم جان بھی دیدیں محبت میں تو لا حاصل وہاں عاشق کی خدمت قابل تحسین نہیں ہوتی
 لب شکر شکن کی اپنے لذت پوچھتے کیا ہو مٹھائی بھی مریجاں اس قدر شیریں نہیں ہوتی
 غرض یہ ہے تڑپ لے اور بیمار الم در نہ مری بالیق وقت نزع کیوں لیں نہیں ہوتی
 ”سائے عشق“ کی تاثیر بھی ذوالخاصیت ہے یہاں سہاں ہو جاتے ہیں اس تسکین نہیں ہوتی
 دی پیری عذ کو ہے جو جھکو ہے بس لتا ہے وہ فولاوی نہیں ہوتی ہے یہ زریں نہیں ہوتی

انھوں نے وصل کا اقرار فرمایا بھی مشکل سے

تو اب الحق جگہ اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

وہ مرے دل کی تمنا کرتے لطف آتا اگر ایسا کرتے
 ہجر میں اس کے سوا کیا کرتے غیر کی جان کو رو یا کرتے
 بل چکا ان سے ہیں دل اپنا شرم آتی ہے تقاضا کرتے
 آرزو تھی کہ بایں پیری وزہد شیخ اسے دور سے دیکھا کرتے
 ہجر میں وصل کی صورت کیا تھی مر نہ جاتے تو بتا کیا کرتے
 انکی الفت سے تو بہتر تھا کہ ہم کہیں بند رہی بچا یا کرتے
 تم کو ہونا تھا جہاں میں بنام ورنہ تم کیوں مجھے رسوا کرتے
 ہم کو مرنے کا مزا تھا معلوم خاک جینے کی تمنا کرتے

ہم اور اسبت سے بیانِ غمِ عشق
لبِ جان بخش کے مرنے والے
شامت آئی تھی کہ ایسا کرتے
کس لئے منتِ عید کرتے
ہم بھی شہرات میں حلو کرتے
میرے مرنے کی دعا کیا کرتے
جانتے تھے اسے جینا ہے وبال

وہ جو پاگل نہ سمجھتے تو ہمیں
کہہ کے احسن نہ چکا را کرتے

پھر ہی کیا بات آئے سے زیادہ دین میں
جو مر میں پامالی اسلام کی تلقین میں
جب پسایہ بھی قیاسیات کی مشین میں
دفن ہوں قبرِ گلیدِ سٹون کی پائین میں
یہ فلاں گ شہب میں ہر حساب نہ گن مشین میں
کیا دھرا ہے ہمدرد اب صبر کی تلقین میں
تم نہ ہو شامل مری تجمیز اور تکفین میں
عقل و دانش کی رکابیں پالی کے زین میں
بورے میں جو کشش ہے وہ نہیں قالین میں
مولوی صاحب نے رخصتِ خوب ڈالا دین میں
آپ ہی کہئے گز کس طرح ہو نفیٹین میں
یہ سبق ہے شیخ صاحب کے لئے ”وائتین“ میں
کسٹائل کا اثر نام صلاح الدین میں
پھر ہی کیا بات آئے سے زیادہ دین میں
جو مر میں پامالی اسلام کی تلقین میں
ہے رعایا پروری میں ملک گیری کا راز
سُن لیا میں نے وہ میر پڑ ہو گئے دشمن کے ساتھ
مجھ کو اپنے جان دینے کا صلہ مل جائے گا
نوسوارِ اسپِ حکمت کیونٹ گرجا جب نہ تھیں
فقر میں جو شان ہے ہر گز امارت میں نہیں
سچ تو یہ ہے بدعتِ دست کا جھگڑا چھڑ کر
ایک بی بی، تین بچے، ایک والد ایک ہم
آرزوئے لیک مشوقِ بسکٹ و فکرمٹن
دست آجاتے ہیں اکثر اہل یورپ کو کہ ہے

ٹھوکریں کھاؤ، پٹولیکن نہ لاؤ لب پہ اُف
سب سے پہلی دفعہ ہے یہ عشق کے آئین میں
کام کا ہے وقت زائد صومہ سے باہر آ
کیا دھڑا ہے اس صلوة و صوم کی تلقین میں
اس قسم کا کیا ٹھکانا ہے مرے ملنے کے بعد
قبر کھدوائی ہے میری غیر کے پائین میں

بس اسی سے جان لو اتحق میاں ہادی کی عمر
دس برس اور کچھ مہینے کے تھے یہ سن تین میں

جاہ کا طالب تھا، آرزو کا سودائی نہ تھا
آہ! کیا دن تھے کہ میں مسلم تھا عیسائی نہ تھا
شیخ کی مانند میں عزت کا شیدائی نہ تھا
بندہ حق تھا غلام کے سی ایس آئی نہ تھا
نوجوانوں کو مراق کا لروٹائی نہ تھا
کیا زمانہ تھا کہ دورِ فیشن آرائی نہ تھا
سامنے دشمن کے کہدی رات کی سب ادوات
تم کو اتنا بھی ہمارا پاس رسوائی نہ تھا
کیوں اڑانا قیس کی مانند خاکِ دشت و کوہ
لیلیٰ آرزو کا عاشق تھا میں سودائی نہ تھا
ایک چکی ایک پاخانہ کا برتن ایک کپ
یاد ہوں گے تجھ کو اے اسلام وہ دن بھی کرب
موڈنا ایسا کہ سر میں ایک بھی رہنا نہ بال
وہ زمانہ بھی تجھے اب یاد ہے حُسنِ دوست
اک مسکن کا رات اس وجہ مجھے اختلاط
پھانسا تھا اک بُتِ لندن کو دمِ مکر میں
کیوں اسیرِ دامِ گیسوئے تباہ ہوتا کہ میں
کون کون تھے کہ میں مسلم تھا عیسائی نہ تھا
بندہ حق تھا غلام کے سی ایس آئی نہ تھا
نوجوانوں کو مراق کا لروٹائی نہ تھا
کیا زمانہ تھا کہ دورِ فیشن آرائی نہ تھا
سامنے دشمن کے کہدی رات کی سب ادوات
تم کو اتنا بھی ہمارا پاس رسوائی نہ تھا
کیوں اڑانا قیس کی مانند خاکِ دشت و کوہ
لیلیٰ آرزو کا عاشق تھا میں سودائی نہ تھا
ایک چکی ایک پاخانہ کا برتن ایک کپ
یاد ہوں گے تجھ کو اے اسلام وہ دن بھی کرب
موڈنا ایسا کہ سر میں ایک بھی رہنا نہ بال
وہ زمانہ بھی تجھے اب یاد ہے حُسنِ دوست
اک مسکن کا رات اس وجہ مجھے اختلاط
پھانسا تھا اک بُتِ لندن کو دمِ مکر میں
کیوں اسیرِ دامِ گیسوئے تباہ ہوتا کہ میں

شام وعدہ وہ سماں بھی دید کے قابل تھا جب جو آرایش تھے وہ اور ہاتھ میں آئینہ تھا
 چارہ گریاں پس پہ کب یا کہ بیارِ فراق مرچکا تھا، یعنی وقت چارہ فرمائی نہ تھا
 مجھ کو تم نے اپنی محفل سے نکالا کس لئے میں کوئی باغی نہ تھا میں کوئی بلوائی نہ تھا
 ان سے چھٹنا اور بھی یوں یکا یک لائے ہوئے ضبط کیا کرتے کہ یار اے شکیبائی نہ تھا

الفراق اے صحبت یارانِ ہم بزمِ الفراق
 قسمتِ احمق میں لطفِ بادہ پیمائی نہ تھا



آگرہ سنٹرل جیل

(۴)

سچ تو یہ ہے وقت پہ احمق کوئی کمی یا نہیں
گزرن کو دھوکا ہے ورنہ یہ مرداب سیاہ نہیں
ہرگز اک لمحے کے لئے بھی، جینے کا حق دار نہیں
جینے کا وہ نام نہ لے جو مرنے کو تیار نہیں
پہلا سادہ لطف ہنسی اب کلاس ادہ سیاہ نہیں
فصل خزاں میں انکی رہائی خالی از آزار نہیں
اس سے زیادہ رحم کے شاید اہل وفاق دار نہیں
بھنگی بھشتی۔ نامی۔ دھوبی کوئی ہوا کار نہیں
گھر میں ڈاکو پڑتا ہے اور گھر والے ہتھیار نہیں
افریقہ کے وحشی شیر بھی اس درجنوں خوار نہیں
میری دغا کا بدلہ دینا تم کو کچھ دشوار نہیں
مجھ کو یہ لعنت کے پٹے گزرن میں درکار نہیں
تجھ سے زیادہ شاید کوئی دنیا میں عیا نہیں
آج کوئی عالم میں ہمسامعہ موجود ناچار نہیں

فرقت میں دل جیسا ہمد ہم بھی اپنا ہم خواہیں
فرماتے ہیں ترکی کے بچنے کے کوئی آثار نہیں
غیر کی قوت پر ہر بھروسہ جس نادان کو دنیا میں
پہلے فنا کی منزل ہو بعد اسکے بقا کا درجہ ہے
دل لیتے ہی ان آنکھوں نے نیور گویا پھیر لئے
رحم کے پردے میں یہ تشدد لے صیاد خدا دل پر
پونے دو سو ہندوستانی پھانسی لٹکیں گے صرف
وصل کا منشا ان کے نزدیک اپنی جیمیں بھرنا ہے
ہند کی دولت لٹتی ہے اور اہل ہند ہیں مجبور
یورپ کے یہ مہذب کتے جتنے ظالم ہوتے ہیں
توپ بھی ہر بدوق بھی ہر سنگین بھی ہر تلوار بھی ہر
آپ اپنے اعزاز و خطابات اپنے گھر میں کھچھوڑیں
تیری باتیں تیری گھائیں تیری چالیں لے لگیں
دشمن بھی حالت پہ ہماری دتے ہیں لے دے نصیب

پمپ چلائیں، اگر اکھینچیں، چکی پیسیں موج نہیں
کوئی مشقت ہوئے آحق جیل میں ہم کو عار نہیں

سارے جہاں کی قیمت ہندوستان ہمارا
مامون جو برص صر ہے گلستاں ہمارا
کیا سہل ہے مٹانا نام و نشاں ہمارا
تکلو بھی اہل یورپ شاید ہوں یاد وہ دن
لے باغبان تیرا ہم کیا بگاڑتے ہیں
ہم وہ نہیں کحق سے ہٹ جائیں کہ قدم بھی
لینا ہے ہم کو بدلہ چرخ کینہ خو سے
آزادی وطن کا سودا ہے سب کے سر میں
انگلینڈ جس بنا پر فطری حق آپ کا ہے
لے آسیائے زنداں تیرے سوا نہیں یاں
پڑتا ہے دل جگر پر ڈاکا کھلے خزانے
لے چرخ یہ جھائیں ہم کشتگانِ غم پر

یہ ہے اگر ہمارا سارا جہاں ہمارا
دیکھیں تو کیا کرے گا دورِ خزاں ہمارا
دشمن ہوا ہے ناحق دورِ زماں ہمارا
تھا شرق و غرب میں جب تک رواں ہمارا
ناحق اجاڑتا ہے تو آستیاں ہمارا
خوب امتحان کر لے او آسماں ہمارا
کام آئے گا کسی دن ضبطِ فغاں ہمارا
ہر پیرِ آجکل ہے رشکِ جو اں ہمارا
ہے بس اسی بنا پر ہندوستان ہمارا
کوئی صدائے حق میں اب ہنرِ باں ہمارا
لٹتا ہے دن دھاڑے اب کارواں ہمارا
باقی ہے کیا ابھی کچھ اور امتحاں ہمارا

جیل پر کیوں نہ ہو فرضِ آحق ہماری خدمت

ہم یہاں میں اس کے وہ میزبان ہمارا

دو دن کو زندگی کے مزے آکے رہ گئے
 پوچھا جو ان سے رات کہاں جائے رہ گئے
 سارے خیال عالم بالا کے رہ گئے
 یہ کیا کہ دو ہی روز میں گھبرا کے رہ گئے
 یا بس ہنسنور غور ہی سہرا کے رہ گئے
 یہ خیریت ہوئی کہ وہ گرما کے رہ گئے
 سارے بیمار اک عرض تمنا کے رہ گئے
 اک حشر ہو گیا جو وہ شرما کے رہ گئے
 سارے مسودے ستم آرا کے رہ گئے
 سب کا رد و بار حسرت دنیا کے رہ گئے

زندہ ان غم کی یاد دلانے کے واسطے

دو چار شعرِ احمقِ دانا کے رہ گئے

بیٹھا ہوں سیرِ بار کا سماں کے ہوئے
 تیغِ نگاہِ ناز کو عسریاں کے ہوئے
 کچھ سُن لیا ہے میری سرِ اسیگی کا حال
 وہ دیکھنا مرادِ دلدار کی طرف
 جی چاہتا ہے کوئے دفائنِ پڑے رہیں
 داغوں سے دل کو رشکِ گلستاں کے ہوئے
 آئے ہیں میرے قتل کا سماں کے ہوئے
 بیٹھے جو ہیں وہ بال پریشاں کے ہوئے
 شو و نظارہ آنکھوں میں نہاں کے ہوئے
 سرِ زیرِ بارِ منتِ جی ہاں کے ہوئے

سوشیت تک یوسف ثانی کبھی نہ آپ
دعدے کی رات انکی گلی میں ہوں منتظر ۱
اہل نماز محو رکوع و سجود ہیں
دشت میں پھر رہے ہیں رفوگر کو ڈھونڈتے
مخل ہوں کس طرح سے نہ عشاق کے حواس
اٹھیں گے ایک روز ڈبو کر عدد کی نادر ۲
آئے ہیں بزمِ رقص میں زہادِ جتبہ پوش
بیٹھے ہیں لوگ منتظرِ موسمِ بہار
روتے ہیں فرقتِ دردِندانِ یار میں
ہم قطہ ہائے اشک کو نیاں کئے ہوئے

احق کی طرح دہر میں ممتاز عاشقی
بس وہ جنہوں نے کارِ نمایاں کئے ہوئے

جسے عزت کی خواہش ہو نہ کچھ ذلت کی پڑا ہو
فلک کے ظلم کی حد ہو گئی اب منتظر کیا ہو
قسم ہے گرنہ تجھ کو ایک دن ادبوزنہ سیرت
تمہارے سامنے بھی آنے والی ہیں یہی گھڑیاں
کہیں ایسا نہ ہوائے ڈاکٹریہ یکسر دے کر
خداوندِ عام قبول فرما اپنے بندوں کی
اسے آزادی ملک و وطن کی آرزو کیا ہو
اٹھو اور اسکو ٹکڑے کر کے رکھ دو اپنے مری آہو
سربازِ ارننگا کر کے لکڑی پر بچا یا ہو
ستم ہم پر وہی توڑ و جو تم اپنے لئے چاہو
ادھر گھر کو چلے تو ادھر بیمار چلتا ہو
وہ دن آئے کہ پھر اسلامبول بالابو

اگر منظور ہے تو آج ہی پھر وصل کی ٹھہرے
خدا معلوم کل تک کیا نہ ہواے جان من کیا ہو
جسے آتا ہے جینا کیوش مرنے کا ہوشیدائی
جو مر سکتا ہے جی کر کس لئے بدنام و رسوا ہو
دعاے وصل کرتا ہوں تو لب یا را نہیں دیتے
کوئی دنیا میں مجھ سا بھی نہ مایوس تمنا ہو
مقابل سے ہمیشہ دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں
بہادر میں وہ لیکن کب کب عاشق نہتا ہو
دیر زنداں پہ یوں چلا رہی ہر محبت باری
کھلا ہے خلد کا دروازہ آئے جوں آنا ہو
دے گی اب شورش ملک ل میں شوق و رہاں کی
نفاذ رولٹ بل ہو، خواہ حکم مارشل لا ہو

وہ دن آئے کہ جرم خدمتِ اسلام و ایماں میں،
ہمارا حلق ہواے احقر اور پھانسی کا پھندا ہو

»(••)«

ہنس کی کچھ قدر ہے تو یہ ہے کہ عہدِ صیاد بوالعوس میں
اگر کوئی مرغِ خوشنوا ہو، سیر ہو گوشہٴ قفس میں
ہیں یقیناً انھوں نے دی ہے شکل اس ڈیڑھ سو برس میں
کہ مرغِ بے بال و پر کی مانند خوش رہیں گوشہٴ قفس میں
سزا جو گاندھی کو دی گئی ہے نہ ہو کوئی اس سے پیش و پس میں
خدا ہی جانے کہ کیا سے کیا ہو زمانے کا رنگ چھ برس میں
ستم ہے دل لے کے سرگرائی، غضبِ ہر دم دے کے جانتانی
یہی محبت کے قاعدے ہیں یہی ہیں ظالم و فاکہ رسیں

تمہاری باتوں میں جو بھی آئے وہ دین دایاں سے ہاتھ اٹھائے
 خدا نہ ڈالے بُتانِ مغرب کبھی کسی کو تمہارے بس میں
 ابھی انہیں ہم سے دل ہے لینا ابھی وہ چالیں چلیں گے کیا کیا
 ہزار دیں گے فریبِ ہم کو ہزار کھائیں گے جھوٹ قس
 نہ جو رگلیں سے کوئی غم تھا نہ فکرِ گل سے کوئی الم بھٹا
 چمن میں اب وہ مزے کہاں ہیں جو لطف تھے گوشہٴ نقس میں
 کندِ گیسو ہیں حضرتِ دل یو نہی گرفتار ابتلا ہیں
 کہ جس طرح کوئی دزدِ پرفتن اسیر ہو سبِ عس میں
 خدا کو منظور ہے جو کرنا وہ ہو کے آخر رہے گا اک دن
 ہمیں ضرورت ہی کیا جو ڈالیں فضول ہم دل کو پیشِ دس میں
 نگاہِ مستِ بتاں کا عالم عجیب دل کش ہے۔ کچھ نہ پوچھو
 نہ بھنگ دانیوں میں ہے مستی نہ سلفہ دگا بچہ دچہس میں
 یہ پرورش کوئی کم ہے انکی ہتھیں بُرا کتہ ہے ہیں گاندھی
 نہیں پڑھایا پڑھا کے بابو بنا دیا ہم کو ہاتھرس میں
 نیا ستم ہے یہ بلبلوں پر یہ حکم صیاد ہے انوکھا
 ملیں نہ با ہم دگر عنادل رہیں مگر ایک ہی قفس میں
 کرم کے بدلے ستم یہ کیسا وفا کے بدلے جفا یہ کیسی

کدھر گئے وہ تمہارے وعدے کہاں گئیں تمہاری قسمیں
 زمانہ کب تک رہے گا احمق سکون اور شانتی کا حامی
 ضرور رد و بدل کی حاجت پڑے گی آئین کا نگرس میں



وہ نکلی میان سے شمشیر جو ہر دارِ انگورہ
 نہ پوچھو رونقِ بام و در و دیوارِ انگورہ
 عجب انداز سے مشاطہ قدرت کے ہاتھوں نے
 تمنا ہے خدا ہم کو بھی ترکستان پہنچا دے
 عساکر کا ترے کیا پوچھنا اے لشکرِ طرکی
 چمک اٹھیں گے ذرے خاکِ بغداد و مدائن کے
 شجاعت نے قسم کھائی تھی کہ دستِ بازو کی
 صمد کی طرح نہ کھولے ہیں یا یہ آپِ حمت کے
 مگر فتح و ظفر نے کی ہے تیرے ہاتھ پر سعیت
 خدا کی خاصِ حمت نے کیا تھا منتخب جن کو
 مسلمانوں کی تو نے دُستی کشتی بچائی ہے
 وہ دن آنے کو ہر گھڑے اڑائیں گے نصاریٰ کے
 مسلمانوں کا اقبال ایک دن پھر اوج پر ہو گا

کہو اب سامنے آئیں ذرا اشرارِ انگورہ
 بڑی قسمت ہے حاصل ہو جسے دیوارِ انگورہ
 سنوارا تھا ازل میں طرہ طرہ دارِ انگورہ
 کہ ہم بھی کر سکیں کچھ خدمتِ انصارِ انگورہ
 بڑا سالار ہے جب خالدِ جبارِ انگورہ
 کیا جائے گا جب آراستہ دربارِ انگورہ
 بھلا کیا پوچھتے ہو ہمتِ احرارِ انگورہ
 ادھر بھی اک نظر اے ابر گو ہر بارِ انگورہ
 بڑی ہمت کے صدقے اے علمبردارِ انگورہ
 وہی اسلام کے فرزند ہیں انصارِ انگورہ
 سرت گردم، حاکم اللہ اے سالارِ انگورہ
 یہی کمزور دست و بازو تھے احرارِ انگورہ
 ترے صدقے میں اے شمشیر جو ہر دارِ انگورہ

اگر سارا جہاں بھی ایک طرف ہوتا نہیں پڑا خدا کی خاص رحمت جب سے جانبِ اراں گورہ
 پہنچ جائینگے جیتے جی ہم اے تداخِ جنت میں
 میسر ہو گیا اگر سایہ دیوارِ انگورہ

وہ ہر اک بیچ جو اس زلفِ گو گیر میں ہے عاشقِ وحشی و دیوانہ کی تقدیر میں ہے
 جان ابھی تک جگرِ عاشقِ دل گیر میں ہے اور دہانہ، اگر دم تری شمشیر میں ہے
 قتل کا نام ہی کھیوٹ میں فقط یہ کیوں حق بہار ابھی تو کچھ نجد کی جاگیر میں ہے
 غیر کے ساتھ مری یاد بھی رکھنی ہے ضرور کہ مراد دل بھی تری زلفِ گو گیر میں ہے
 وصل کے واسطے ہر روز ہے مسعود و مباح پخشنبہ میں ہی کچھ بات نہ کچھ پیر میں ہے
 اور ہی کچھ ہے ترے ابرے ختم دار کی بات ہم نے مانا کہ صفائی خیم شمشیر میں ہے
 وہ تو ہر طرح کی عزت مجھے دیتے ہیں مگر اس کو کیا نسبت
 اس کو خاکِ درِ کونسل سے بھلا کیا نسبت بات وہ کونسی ایسی ہے جو اکسیر میں ہے
 باعثِ فخر زمانہ ہیں یہی چند نفوس شیخِ رطعن نہ کیجئے وہ مشاہیر میں ہے
 کس طرح آپ نے سمجھا کہ میں ہوں بدظن غیر ایسا وہ کون سا جملہ مری تقریر میں ہے
 کس رعایت سے معالجِ مرضِ غم کا علاج خطی و اذخرو و ہدیانہ و انجیر میں ہے
 لے غبارِ رہِ آنرِ نجدِ اترے لے عمر بھر خاکِ طرانی مری تقدیر میں ہے

میرا معشوق بھی بڑھا ہے لہذا احمق

لطف میرے لئے جو درِ فلکِ پیر میں ہے

فیض آباد دسٹرکٹ جیل

(۵)

دیکھ کر بیمار غم کو ڈاکٹر چکر میں ہیں
 جبے چرخے سرزمین ہند پر چکر میں ہیں
 ہر کسی سے رات کا وعدہ کسی سے دن کا عہد
 میں وہ مشت خاک ہوں جبکہ مٹانے کیلئے
 جھوٹ لکھیں گالیاں کھائیں جو سچ لکھیں سٹیں
 کھیل ہے کوئی معائے کمر کا انکشاف
 محلِ رنداں میں آج اکتے ادب کو چھیر کر
 قیس تو بیٹھا ہے گھر میں پاؤں اپنے توڑ کر -
 کشتی اسلام گیونکر بج گئی طوفان سے
 دیکھ کر ہندوستان میں روح آزادی کی لہر
 جانتے تھے مر گیا ہو گا مریض جاں بلب
 قوم کو چھوڑیں کہ چھوڑیں کری سرکار کی
 سخت جانی سے مری حیرت میں قاتل ہی نہیں
 کرتے ہیں تدبیر بے چارے مگر چکر میں ہیں
 ماخضر لینک شاعر سب کے سر چکر میں ہیں
 زلف و بزم کے مبتلا شام و سحر چکر میں ہیں
 آسمانِ پالی آٹھوں پہ چکر میں ہیں
 کیا مصیبت ہے جنابِ پانیر چکر میں ہیں
 کیوں بحث سی آئی ڈی کے آفیسر چکر میں ہیں
 حضرت زائدہ نہ پوچھو کس قدر چکر میں ہیں
 لیلیٰ آرز کے شیدا لی مگر چکر میں ہیں
 بے طرح بحرِ حوادث کے بھنور چکر میں ہیں
 حضرت ریڈنگ جیسے باخبر چکر میں ہیں
 آج عاشق کو وہ زندہ دیکھ کر چکر میں ہیں
 شیخ بیچارے نہ پوچھو کس قدر چکر میں ہیں
 جاسن اور مائیکل جیسے بشر چکر میں ہیں
 جیل میں آیا ہے جبکہ احقر شوہرِ بدہ سر

حضرت جیل میں نالاں وارڈر چکر میں ہیں

کر رہا ہے صبر بھوک اور پیاس بچہ احمق کا بیل
ہے ادھر احمق سے اک ہنگامہ برپا جیل میں
سخت تکلیفیں اٹھاتا ہے مگر خاموش ہے
کم نہیں شہرت میں رہنا اور پتلا لال سے
جس طرح کوئی مبتلع پھر ہا سو گاؤں گاؤں
ایک دنے جنبش سر میں کچھ مردے نکال
جان بھل جھٹا یونہی اک دن پھیریں دیکھنا
ایک صاحب کے تو سر کی کھال گنجی ہو گئی
سائے ہندوستان میں اسکو پھرا کر دیکھ لو
رستوں میں کیوں جکڑتے ہیں اسے اہل پولیس
دوسرا احمق ہے قصہ مختصر احمق کا بیل
شور ہو جاتا ہے جاتا ہے جدھر احمق کا بیل
پھر رہا ہے بس یونہی شام و سحر احمق کا بیل
شانتی سے کام لیتا ہے مگر احمق کا بیل
جس طرح پھرتا ہے مارا اور بدرا احمق کا بیل
اب منڈھا جاتا ہے دیکھیں کس کے سر احمق کا بیل
چار پیسے کو بھی ہو نیلام اگر احمق کا بیل
کانگریس کا تو نہیں والٹیر احمق کا بیل

بعد احمق حضرت احمق کا سچا جانشین

کون ہو سکتا ہے دنیا میں، مگر احمق کا بیل

کیا کہیں اے چرخ کر سکے نہیں فریاد ہم
یا ہیں مٹ جائیں گے ہو جائیں گے برباد ہم
کبتک آخریوں ٹھائیں، سختی صیاد ہم
کیا تماشا ہے کہ باغ دہر میں مانند سرو +
دیکھ لیتے در نہ تجھ کو اورستم ایجاد ہم
یا مٹا دیں گے تجھی کو اورستم ایجاد ہم
فضل گل آئے الٰہی ہوں کہیں آزاد ہم
ہل نہیں سکتے مگر کہلاتے ہیں آزاد ہم

تھا جو گھر میں ہو گیا سب تحفہ ڈالی کی نڈ
 گر ہمارا بس چلا تو اُسے دو اڈ اینڈ رول!
 آج یہ سمجھ کر ہے سی آئی ڈی کا آدمی
 ایک مدت سے تڑپنے کی تمنا دل میں تھی
 ایک حالت ہے ہماری اور تری اے غدلیب
 تیغ قاتل کی حکومت اب میں دیکھ سورا ج
 شیخ کسی آئی اے ہونے پہ ازراہِ خلوص
 ظلم کر کے اس قدر پتلون سے باہر نہ ہو
 داد گر کوئی نہیں مظلوم کی بیداد کا

اگرے سے آئے احمق لکھنؤ بھیجے گئے

ایک ہفتے بھی نہ رہنے پائے فیض آباد ہم

صبر کی تاکید بھی ہو ضبط کا ارشاد بھی
 عشقِ آزمیں جو تم سن لو مری روداد بھی
 اک طرف شوقِ شہادت ایک جانب جوشِ قتل
 صرف ٹرکی ہی نہیں جولاں گے مگر صلیب
 کس مصیبت سے بسر کرتے ہیں مرغانِ چمن
 باغِ عالم میں ہیں کتنی بندشیں مانندِ سرود
 یہ تو سب کچھ ہو مگر ہوتی رہے بیداد بھی
 بھول جاؤ داستانِ دامت و فرہاد بھی
 سرکف عاشق بھی ہو خنجر بکف جلا د بھی
 فارسِ تاتار بھی ہے بصرہ و بغداد بھی
 ناگ میں ہو باغیاں بھی گھات میں صیاد بھی
 طاقتِ جنبش نہیں رکھتے یہاں آزاد بھی

قصرِ پالیسی لائڈ جارج کی تعمیر سے رہ گئی شرم کے دل میں جنتِ شداد بھی
 خود گر آزاد ہو کر ہم نے پائی یسنا حکم ہے ان کا کہ اب اس پر نہ ہو سیداد بھی
 داستانِ نختِ معرب کے آگے گرد ہیں قصہٴ نمرود بھی افسانہٴ شداد بھی
 پھر ہے بلبلوں کی تاک میں پھندے لے فصلِ گل کیا آئی اُتو ہو گیا صیاد بھی
 کیا جوئے تھے ابتدائے عشق میں بیانِ وعدہ اُنے کیا پوچھیں کہ رہتا ہوں انہیں کچھ یاد بھی

آگئے ہیں ہم یہاں احسن تو مثلِ آگرہ
 ہو گیا ہے اک چمنِ زندانِ فیضِ آباد بھی



لکھنؤ سنٹرل جیل

(۶)

مجھے نہ کس لئے دل سے پسند آئے قفس
خدا کرے نہ کسی کو بھی مُبتلائے قفس
کنزِ لطف ہی کیا کم تھی مُرغِ دل کے لئے
اسیرِ غم کے لئے قید و بند کیا صبیاد
یہ قمر بوں ہی کی تقدیریں ہے حضرتِ زراغ
ہمیں سمجھتے ہیں کچھ قدر اس اسیری کی
اگر ہے سیرِ گلستاں کی آرزو بلبل!
وہ عندلیب ہوں صبیاد میں کہ میرے لئے
بس اس لئے کہ وہ کرتی ہے شکوہ صبیاد
چن میں آئیں گے جو وقت ہم رہا ہو کہ
غضب کی دلتشیاں اس میں ہیں خدا کھے
کہاں ہم اور کہاں یہ تر اگھر لے صبیاد

کہ بوتلاں سے بھی دل کش ہے کچھ فضا ئے قفس
چمن میں دھنتی ہیں سرِ بلبلیں کہائے قفس
کہ اور اس پہ مُسلط ہوئی بلائے قفس
چمن ہی میں مجھے پہنے دے تو بجائے قفس
فضول آپ نہ غوغا کریں برائے قفس
ہزار غنچہ و گل ہوں تو ہیں فدائے قفس
خوشی کے ساتھ اٹھا سختی بُجھائے قفس
کوئی جگہ ہی نہیں ہے کہیں سوائے قفس
ہلی ہے بلبلِ ناشاد کو سزائے قفس
تو دوستوں کو سنائیں گے ماجرائے قفس
نہ کس لئے دلِ بلبل ہو مبتلائے قفس
چمن سے ہم کو اڑالائی ہے ہوائے قفس

کہا ہے جیل میں تو نے جو کچھ کلامِ احمق
بجا ہے نام اگر اس کا ہو نوائے قفس

طالبِ حق و صداقت کیوں ہو خواہاں جیل
چار دن کو بھی جو ہو جائے کوئی مہمانِ جیل
سختیاں مجھ کو اٹھا سکنے کے قابل کر دیا
حوض بھی ہے باغ بھی دفتر بھی ہو اسٹاف بھی
کالے پانی کی سیاہی کا سمندر خشک ہو
اہلِ حق کو بیت اور دُندے لگانے کیلئے
پپ ہو یا مویج ہو چکی ہو یا ہورام بانس
ایک تسلا اک کٹورا ایک کل ایک ٹاٹ
کیوں پریشاں ہو نہ زنجیریں پہنے کیلئے
کوئی ٹیچر کوئی نمبر دار کوئی واچ مین
جو غلامی کے ہیں طالبِ انکو ہر سیکلے کا شوق
جب ہمارا وقت آئے گا تو دیکھیں گے کہ تئیں
عشق گیسو کا ہے سودا اس قدر عام ان دنوں
چاہتے ہیں کہ قیدی بس انہیں سجدہ کریں

اہلِ حریت کا جو لانگاہ ہے میدانِ جیل
عمر بھر نکلے نہ اسکے دل سے پھر ارمانِ جیل
حقیقت میرے سر پر ہے بڑا احسانِ جیل
کس قدر باقاعدہ ہے قصرِ عالی شانِ جیل
ختم ہو لیکن نہ شرحِ ظلم بے پایاںِ جیل
مستعد ہیں اپنی ڈیوٹی پر نیک خوارانِ جیل
وہ جہاں رکھیں دیکھیں شہینِ صبا جو یاںِ جیل
ہو بہت اہلِ توکل کے لئے سامانِ جیل
جسکو سودا ہو تر اے گیسو پہچانِ جیل
اللہ اللہ کس قدر خوش وضع ہیں خوابانِ جیل
جسکو آزادی کا سودا ہے وہ ہیں خواہاںِ جیل
تم ابھی ہکو ستالو اے ستم گارانِ جیل
دیکھئے جسکو نظر آتا ہے وہ خواہاںِ جیل
ثانیِ نمرود ہوتے ہیں خداوندانِ جیل

شاعری کے واسطے یہ دقت اچھا ہے کہ پھر
جا کے گھر حاصل نہ ہو گا احمقِ اطمینانِ جیل

محبت میں جو کچھ گزرتی ہے بھیر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 نہ پوچھو دل زار کا حال ابتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 ادھر عاشقوں سے بناوٹ کی باتیں ادھر دشمنوں سے لگاوٹ کی باتیں
 یہ چالیں یہ گھاتیں تری فتنہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 محبت کی شرطیں عدو سے نہ پوچھو اسے کیا خبر کیا بتائے وہ تم کو
 یہ باتیں کچھ اچھی طرح بندہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 گرانی سے جو حال ہے ملک بھر کا۔ تباہی ہے ہندوستان میں جو پریا
 نہیں جان سکتے اسے اہل دفتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 ابھی آئیگا اک زمانِ محبت، کہ ہوگا پھر ایک امتحانِ محبت
 ابھی جو گزرنے کو ہے میرے دل پر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 مری حالت زار اگر پوچھنا ہے تو بس مجھ سے پوچھو کہ میرے خدا سے
 کہ اچھی طرح اس کو اے بندہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 ادھر دفعہ چونتیس والے کھڑے ہیں ادھر ٹکیں لینے کو بخشی اڑے ہیں
 ہے جن آفتوں کا نشانہ مرا گھر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 نہ بچوں کو روٹی نہ بی بی کو کپڑا نہ پوچھو گزر کس طرح ہے کہوں کیا
 مصیبت جو ہے عہدِ انگلش میں مجھ پر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
 اگر تم کو سننی ہے میری کہانی، تو اس کو سنو تم مری ہی نہ بانی

کوئی جانتا ہے اگر اس کو بہتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

یہ تنہائی کی کوٹھری اور یہ وحشت، یہ روزے کی حالت پہچان کی محنت

نہ پوچھو کہ زنداں میں رہتا ہوں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

بخندہ عثمان و ٹونکی و خواجہ گلناٹہ و ملکھان و سیاگی و رنگا

ہوا جو الم احمق ان سب سے چھٹکر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں



پوچھو نہ حال دنیا اس و در پر فتن میں

پامال صد خزاں ہر ہر پھول اس چمن میں

بھوجن کا ہو سہارا تو جی لگے بھجن میں

جاتے ہیں ماڈلے کو رہتے ہیں بڈمن میں

انکو تو کیٹ بسکٹ موجود ہے لٹن میں

ظاہر کا تفرقہ ہے اک شیخ و برہمن میں

گو یا نہ سرے سے جان آگئی بدن میں

پھر کیوں نہ جان دیں ہم خدنگ و طن میں

اُتو بسائے گا کیا او باغباں چمن میں

جو مست ہو رہے ہیں وھکی و شمین میں

جو ہے وہ مبتلا ہے رنج و غم و محن میں

باغ جہاں میں کیسی شا دابی مُست

کیا یاد حق کہ آنتیں پڑھتی ہیں قل ہو اللہ

گیسٹے پر شکن کے ہوتے ہیں جو فدائی

کیا غم ابھیں جو روٹی ہم کو نہیں میسر

در اصل دیر و کعبہ ہیں جلوہ گاہ اسی کی

بیمار نے جو دیکھی شکل اپنے چارہ گر کی

جب موت ہے یقینی مرنا ہے جب مُسلم

کم بخت کیوں ہوتا تو بلبلوں کے روپے

ان کو طہور و کوثر کیا خاک لطف میں گی

حکماء وہ اب کسی سے ملتے نہیں مگر ہاں

خوش میں جنابِ احمق زندانِ پُر محن میں

کیا خبر کیا چشمِ کونسل کا اشارہ ہو گیا نذرِ آتشِ کاسب زہد و تقوا ہو گیا
یوں ہمارے قتل کا ساماں ہوتا ہو گیا نازِ بلم بن گیا، اغماض بھالا ہو گیا
تم وہی ہو تھے جو بزمِ غیر میں جانے سے قبل ۱۔ میں غلط سمجھا میری آنکھوں کو دھوکا ہو گیا
شامِ فرقت جل اٹھے جب اُغنائے دلِ کلیمپ سینہ تاریکِ عاشق میں اُجالا ہو گیا
پاکمالی عراق و مصر سے لے فوجِ ہند سچ تو یہ ہے اک جہاں میں نام تیرا ہو گیا
جان ہی کیا تھی ترے سبل میں اے شیرِ ناز دو منٹ تڑپا نہیں پر اور ٹھنڈا ہو گیا
لے تری شان ایک تو یونہی وہ تھے بے مثلِ حسن غیر کا عشق اور سونے پر سہاگا ہو گیا
گھٹا ہی کا اب رہا ظالم نہ گھڑی کا رہا ۲۔ دل ہمارا عشق میں دھوبی کا کُتا ہو گیا
قیس و امن کی طرح پھرتے ہیں بیانِ دُش شوقِ آرزو ہر سلی و عذرا ہو گیا
ابتدا میں تو نہ سوچا کچھ مالِ کارِ عشق دور ہے ہیں اب کہ لے اشد یہ کیا ہو گیا

جو مظالم ہیں یہاں گویا وہی ہیں ہو ہو

لکھنؤ کا جیل بھی احمق سمجھنا ہو گیا

ہر طرف پیرس و لندن ہی کے کہاں ہیں بہت حفظِ ایماں کے تری بزم میں ساماں ہیں بہت
رفقا آپ کے بھی حضرتِ شیطان ہیں بہت کو اسی شکل اسی وضع کے انساں ہیں بہت
اب بھی پامالیِ اسلام کے خواہاں ہیں بہت کرن و چرچل ریڈنگ کے انساں ہیں بہت
دردِ دل سوزِ جگر آہِ سحرِ نالِ شام تو نہیں ہو تو شریکِ غم ہجر اں ہیں بہت

بوز نہ چشم بتوں سے ہے جنھیں کچھ امید
سادہ لوحانِ محبت میں ناواں ہیں بہت
آسماں کی تو زمانے میں شکایت کم ہے
ہاں ترے جبر ترے جور سے نالاں ہیں بہت
میری تخریکِ خواہاں تو نہوں اے کاش
جو بظاہر مری اصلاح میں کوتاہاں ہیں بہت
وائے قسمت کہ جگر میں متعذ بہنیں زخم
ورنہ اب شورشِ مرہم کے نگداں ہیں بہت
عاشقوں کو ترا کوچہ جو نہیں ہے نہ سہی ۱
اُتوں کے لئے دنیا میں بیاباں ہیں بہت
بچ بننے کا تو ہے فکر ابھرنے کی نہیں
دستِ اصلاح ہیں کم دیدہ گریاں ہیں بہت
کچھ اسی عہد پہ موقوف نہیں اے تلکیت
تیرے ہر دور میں توحید پر احساں ہیں بہت
جن پہ صادق نہیں آتا ہے مسلمان ہونا
اس طرح کے بھی زمانہ میں مسلمان ہیں بہت

تا پ نظرہ جاناں ہی کسے ہے احسن

اور ہو بھی تو وہاں اسکے نگہباں ہیں بہت

محض بیکار ہے سرگشتہ و حیراں ہونا
شیخ جی آپ کی قسمت میں نہیں خاں ہونا
جان و دل سے وطن و قوم پہ قرباں ہونا
ہے مسلمان کا حقیقت میں مسلمان ہونا
اے جُلا ہو رخ جاناں کا تصور نہ چھٹے
شرط ہے مومنوں کو صاحبِ قرآن ہونا
کیوں نہ ہو باغ سے اخراج نو اسجنوں کا
قسمتِ زاعنیں ہو مرغِ خوش الحان ہونا
رات وہ غیر کے دھوکے میں عنایت ان کی
صبح پہچان کے مجھ کو وہ پشیمان ہونا
کبھی کا کل کا ہے سودا کبھی گیسو کا مراق
میری تقدیر میں لکھا ہے پریشاں ہونا
کیوں نہ کثرت سے عیاں مومن صبرِ میک داغ
ہے تن یار کو رشکِ چنستاں ہونا

تجھے زیبا نہیں اے مدعی بوم صفت مثلِ بلبلِ گلِ عارض پہ غزل خواں ہونا
 شجہ جی ترکِ ادب ہر مری تقصیر معاف حاملِ ریش کو لازم ہے مسلمان ہونا
 کوئی دشوار نہیں قطع رہِ آزادی اے دل اس راہ میں ہرگز نہ ہر اسان ہونا

کیجئے اپنی ثناب نہ بہت اے احمق

آپ کے نام سے ظاہر ہے ہمہ داں ہونا

مجبور ضبط جس دم آہ و فغاں کرینگے زیرِ وزر تجھے بھی اے آساں کرینگے
 ہم ہر طرح کی تجھ پر قربانیاں کرینگے آزاد تجھ کو لیکن ہندوستان کرینگے
 مجھ کو یہ کیا خبر تھی مجھ پر یہ سب جھنائیں ناہربان ہو کر اک مہرباں کرینگے
 بوڑھوں کی آسرا کیا ہے خون جن کا ٹھنڈا کچھ کام اگر کریں گے تو نوجواں کرینگے
 کبتک ستم نہیں گئے ہم چرخِ قند خو کے کبتک ہم اے دلِ آخر ضبطِ فغاں کرینگے
 منظور ہے خدا کو تو اہل ہند اک دن عالم میں حریت کا سکہ رواں کرینگے
 کس نے کہا تھا لائیں حجابِ ڈاکٹر کو آخر وہ کیا علاج درو نہاں کرینگے
 جب ہو گیا تسلطِ گنگ جہن پر اپنا پھر علمِ مشرقی کی نہریں رواں کرینگے
 ہاں امتحانِ الفت آساں نہیں ہر ایدل جوان سے ہو سکیں گی وہ سختیاں کرینگے
 گر بس چلا تو اک دن صیادا اور گلچیں اے عندلیب تجھ کو بے خانماں کرینگے

مجھ کو یقین ہے احمق یہ روٹیاں کھلا کر

بیارا اک نہ اک دن "کلو میاں" کرینگے

دل مرا ایک شوخ پر بے اختیار آنے کو ہے ۱۔ کیا قیامت لے مرے پروردگار آنے کو ہے
 دل کی جانب پھر موڑے کوئے یار آنے کو ہے اس خزانہ حین میں پھر بار آنے کو ہے
 جھوٹے ناقہ نیلے میں سوئے دشت نجد بن کے اندھی آج مجنوں کا غبار آنے کو ہے
 اس قدر جنسِ فاداری گراں ہے دہریں ۲۔ ایک ایک سپہ کی چیز اچھا چار آنے کو ہے
 خدمتِ ملک و وطن میں موت کا دیکھا مجھے جانتا ہوں تو آخر ایک بار آنے کو ہے
 کائناتِ ہستی افلاک پھر موقی ہے خاک پھر مرے لب پر اک آہِ شعلہ بار آنے کو ہے
 اس چاپٹ سے تو اک ن شرم میں ہو گے ذلیل کیا مصیبت ہو کہ جو شے ہوا ہوا آنے کو ہے
 کام اگر لو گیسوئے پر بیچ سے باقاعدہ روز اس پھندے میں ان کا زہ شکار آنے کو ہے
 تم ہنسنے دیتے ہو ناحق عہد کر کے وصل کا عاشق ناشاد کو بس اعتبار آنے کو ہے
 نعمتِ سنجانِ حین تو ہیں قفس میں گوشہ گیر مجھ کو حیرت ہو چمن میں کیوں ہار آنے کو ہے

آج احمق آئی جی کی آمد آمد کا ہے شور
 جیل خانوں کا خدائی فوجدار آنے کو ہے



نہیں پاس ملک و وطن جسے وہ بشر نہیں ہے حمار ہے
 کہ حیات و موت کا قوم کی اسی ایک شے پہ مدار ہے
 نہ دواسے اس میں ہے فائدہ نہ دواسے اس کا اتار ہے
 جسے عشق کہتے ہیں کیا خبر کہ وہ کس طرح کا بخار ہے

جو غرورِ ظلم و جفا اُدھر تو رضاءِ مہر و وفا اُدھر
 وہ ستگردن کی ہے پارسِ یستم کشوں کا شعاع ہے
 نہ کوئی خوشی نہ کوئی الم، ہیں بڑے مزے سے قفس میں ہم
 نہ غم خزاں کی ہیں کامشیں نہ ہوائے لطفِ بہار ہے
 کبھی جبہ ہے تو کبھی ہے بدھ کبھی رات ہے تو کبھی ہے دن
 رتے وعدے کو بُتِ حیلہ جو نہ قیام ہے نہ قرار ہے
 ہے وطن پرستی اگر خطا تو حضور کہتے ہیں یہ بحب،
 کہ تمام وسعتِ ہند کا زن و مرد قابلِ دار ہے
 عجمِ زندگی سے فراغ بھی دلِ زار ہے کوئی دل لگی
 وہ شراب تھی جو ازل میں پی اسی نشے کا یہ خمار ہے
 فقط اس لئے کہ ہلال کی نہ رہے زمانہ میں روشنی
 کبھی فکرِ مصر و عراق ہے کبھی حرصِ شام و تار ہے
 کبھی احمق ایک زمانے میں سردار کھینچے گئے تھے جو
 مجھے فخر ہے کہ مرا بھی اب انھیں خود سروں میں شام ہے

عمر بھر کو ٹھہریاں جھانگی ہیں زندانوں کی ہٹری ٹیٹ میں کیا ہوتے دیوانوں کی
 کس کی قسمت ہے بیستر ہو جسے یہ انسلٹ گالیاں، وہ بھی درِ یار کے دربانوں کی

جب اسلام کی عظمت کو نکالادل سے کہیں پرش نہیں دنیا میں مسلمانوں کی
خطبہ آنظر لطف بایناں للہ قابلِ رحم ہے حالت ترے دیوانوں کی
گھر بلا کر مجھے تم نے جو زد و کوب کیا کیا یہی قدر ہو اگر قتی ہے مہمانوں کی
قافلے والوں کو بھائی پر بیانوں کی جوئے بولتی بند ہے پیارے حدی خوانوں کی
ڈاؤر و جانسن و اسکل آئیں تو کہیں آزمائش ہو ذرا تیرے گراں جانوں کی
اہل مغرب کو مناسب نہیں انساں کہنا کون سی بات جو ان میں جو ہے انسانوں کی
تیری محفل میں پہنچنے کی جنہیں کچھ امید گالیاں کھا کے بھی خوش ہوتے دیوانوں کی
گر پڑے جڑ سے اکھڑ کر شجر حسرت و یاس وہ چلی زور کی آندھی مرے ارمانوں کی
اس گورنمنٹ سے کس کو ہے امید بہبود ہندوؤں کی ہر یہ ظالم نہ مسلمانوں کی
گرمیاں جس نے گزاری ہیں کبھی زنداں میں عمر بھر پھر اسے حاجت نہیں خشناؤں کی
بسکہ گلشن میں ہو آئین زباں بندی عام نغمہ سخی ہو تو کیونکر ہو خوش الحانوں کی
عزم یورپ پر مرے آپ نہ پڑھئے لاحول قبلہام وہ کوئی تبتی نہیں شیطانوں کی

دید یا آج کلیمنٹ نے ڈنڈا اُتھق

آج اُمید بر آئی مرے ارمانوں کی ؛

اس طرح جو عام اے رستم ایجادِ ریلگی بیداد میں کیا لذت بیداد رہے گی
جب تک وہ نگہ مائل بیداد رہے گی دل کو خلش در دجگر یاد رہے گی

عہ سیرنڈنٹ جیل

دودانہ گندم کے لئے منتِ صیاد
 پابندیِ زنداں تو ہوا زادیِ وحشت
 یہ حکمِ مشیت تھا کہ دوزخ کے علاوہ
 تازہ الم گل ہے گرفتارِ قفس کو
 ویرانِ ممتاے محبت تھا مراد ل +
 ممکن نہیں محشر میں ترے جور کی فریاد
 یہ نازیہ انداز یہ شوخی یہ شرارت +
 کیوں جان ابھی سے نہ رہ شوق میں دوس +
 بلبل تجھے کیا قیدِ قفس یاد ہے گی
 غم یہ ہے کہ پابندیِ مبعاد ہے گی
 یورپ میں بھی شیطان کی اولاد ہے گی
 کچھ دندو وحشت مجھے صیاد رہے گی
 خوش ہوں کہ اب اس گھر مٹی یاد ہے گی +
 اس وقت تک اے شوخ کسے یاد ہے گی
 ظالم تری ہر طرزِ ادا یاد رہے گی +
 آخر تو محبت میں یہ برباد رہے گی

احمق ہیں زندانِ مصیبت کی ہر اک بات
 جب تک بھی جنیں گے بخدا یاد ہے گی



قطعات

بعض فتنہ پرداز اور خود غرض لیڈروں کی شان میں جو جیل کے اندر
بھی افتراق و انشقاق کی بلا پھیلانا چاہتے تھے اور جن کا طرز نہایت خطرناک اور سو اکن تھا۔



جیل میں آکر اگر ہے لیڈریت کی ہوس
قید خانے کے محافظ اگر کبھی تشریف لائیں
ایک دنیٰ وارڈر کو بھی سمجھے دیرائے
جیل کے ہر حکم پر کر دیجئے خم اپنا سر
عالمان جیل کے کہ نہ پہنچے کوئی ٹھیس
مکی کوشش بھی ہو ایک کا بضرور و فرض چھا
کیجئے تبلیغ شیروں میں کہ بن جائیں شحال
اتحاد و امن کی بنیاد کو ڈھا دیجئے
مفسدان ملک کی فرمایئے مدح و ثنا
دیکھئے جس کو مخالف کیجئے وہ جوڑ توڑ

بندہ پرور سر پر رکھے دوڑ کر جیل کے بوٹ
قاعدے سے دست بستہ کیجئے اٹھ کر سلوٹ
جائے ان سب کا مائی باپ ہیں جو رنگروٹ
ہاتھ سے گورنمنٹ عینت ہی کیوں جائے نہ چھوٹ
ملک بھر کے شیشہ لائے قلب کیوں جائیں نہ ٹوٹ
جس طرح سے ہو گئے ڈلوائے آپس میں بھوٹ
یہیجئے سرمایہ عقل و متاع ذہن لوٹ
یہ گھوندا، کیجئے کوشش کہ جائے ٹوٹ پھوٹ
جاں نثاران وطن پر کیجئے طعنوں کے شوٹ
جیل کا علمہ پڑے سب ملے بچائے پر ٹوٹ

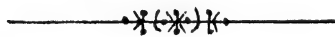
یہ اگر ہے جب تو جیل آفس میں ہے قدر آپ کی
یہ نہیں تو آرزوئے کیکٹ بسکٹ جھوٹ جھوٹ

سید محمد ہادی صاحب دہلوی سیکرٹری خلافت کمیٹی جھانسی۔ آپ
۳۱ دسمبر ۱۹۲۱ء کو فتح گڑھ سے رہا ہوئے۔

تجھے ہم الوداعی ایڈریس دینے کو تھے ہادی مگر سوچا تو وہ سارا تکلف بے ضرورت تھا
فراق خانان و ترکِ عیش و سختیِ زنداں غرض تو نذرِ ہر آفت تھا و قفِ ہر مصیبت تھا
ادھر لڑ میں ترے تھا شوقِ آزادیِ مہنساں ادھر سر میں تے سودائے احیائے خلافت تھا
تجھے پاؤں کی بٹری مایہِ صد فخر و عزت تھی تجھے گردن کا اپنی طوق و جہِ صدمت تھا
ترے ہاتھوں سنی سلی کات کرادو مچ بٹ بٹ کر یہ ثابت کر دیا تو مستقل مصیبت تھا
وہ رلی جس میں آدھی ریت ہو یوں شوق سے کھانا بتاتا ہے کہ تیرا دعائے اصل، خدمت تھا

یہ گویا مختصر الفاظ میں تعریف ہے تیری

ترے سینہ میں دل تھا اور وہ دل باحیثیت تھا



سنٹرل جیل اگرہ سے متھرا کے ایک نوجوان کے رہا ہونے پر الوداعی پارٹی میں حبِ ذیل
قطعہ ۴۴ اپریل ۱۹۲۲ء کو بطور ایڈریس کے پڑھا گیا



جوانانِ وطن جاتے ہو زنداں سے خدا حافظ مگر اپنے فرائض سے کہیں غافل نہ ہو جانا
اٹھانا زحمتِ رنج و بلا ثابت قدم رہ کر حلو و ثباتے رنگارنگ سے بدِ دل نہ ہو جانا
تمہارے سر میں بیش از بیش ہو سودائے حریت کہیں مجھ فریبِ سختیِ منزل نہ ہو جانا

بلائیں گے تمہیں اپنی طرف آسائش گیتی
 کہیں بہرِ خدا تم اس طرف باطل نہ ہو جانا
 ڈرائیگا تمہیں خوفِ ہراس ابتلا اکثر
 کہیں دوں بہتانِ ملک میں شامل نہ ہو جانا
 ہٹائے جاؤ گے تم حق پرستی کی حمایت سے
 کہیں ناحق اسیرِ حلقہٗ باطل نہ ہو جانا
 دیا جائیگا تم کو درسِ عذارِ حقِ ملت ، کا
 کہیں اس زہر کی تاثیر سے غافل نہ ہو جانا
 فریبِ مصلحتِ بینی میں آکر اہل ظاہر کے
 کہیں باطن میں زید و عمر کے قائل نہ ہو جانا

تمہارا جذبہٗ ایشار و خدمت رنگ لائیگا
 مگر یہ ہے کہ بے پردائے مستقبل نہ ہو جانا

سنٹرل جیل لکھنؤ کے نائب جیلر کی ہمدردیوں کا جواب



اشرار کے ظلم و ستم و جور و جفا سے
 مانا کہ اب اک حشر بپا ہو کے رہے گا
 مانا ، وطن و قوم کی خدمت کا فدائی
 بے نام و نشان ہو کے فنا ہو کے رہے گا
 مانا کہ پرستارِ حق و صدق و دیانت
 آخرتہ شمشیرِ جفا ہو کے رہے گا
 حسرتِ کامل کا جو ہو گا متمنی
 سر اس کا بس اب تن سے جدا ہو کے رہے گا
 جس سر میں نظرِ آئیگا سودائے حکومت
 پامالِ ستم ہائے بلا ہو کے رہے گا
 جس سینے میں ہوگی خلش دردِ اخوت
 آماجگہ تیرِ قضا ہو کے رہے گا
 چاہے گا جو زنجیرِ غلامی سے رہائی
 ہر بند سے بند اس کا جدا ہو کے رہے گا
 آجائے گا اک کلمہ حق جس کی زباں پر
 خنجر کے تلے اس کا گلا ہو کے رہے گا

کچھ بھی ہو مگر یہ تو یقینی ہے کہ اب ہند
اعیار کے پنجے سے رہا ہو کے رہیگا



جیلر کے حکم سے تو بڑا ہے خدا کا حکم جیلر کا خوف ہے تو خدا کا بھی چاہیئے
”لا“ کوئی چیز ہے تو ”بلی“ بھی ہر کوئی چیز چلی اگر ہے شرط تو روزہ بھی چاہیئے

محمد غنی کھا کے غش گر پڑے ہیں کہ روزے میں پستی نہیں اُن سے چلی
مگر اُن کا ایساں، مگر اُن کی ہمت وہ اُتنا ہی قائم، یہ اُتنی ہی چلی

مظفر سے زیادہ بھی ہے کوئی ناتواں لیکن شجاعوں کی بھی ہمت اسکے آگے مات ہوتی ہے
یہ روزِ دل سماں یہ سخت گرمی یہ کڑی محنت خدا ایمان دے ایمان کی سب بات ہوتی ہے

پریشاں یوں تو اکثر قیدیوں سے رہتے ہیں جیلر مگر شاکی ہیں وہ سب سے زیادہ ایک قیدی کے
اسے دن میں جو دیجاتی ہو ٹوپی جیل خانے کی وہ گاندھی کیپ کر لیتا ہر اس کورٹ میں سی کے

آزادی کامل کی تمنا نہیں جس کو انسان اگر اسکو کہیں ہم تو خطا ہے
حکومی و پابندی اعیار سے جو شخص خوش ہر وہ حقیقت میں گدھے سے بھی سوا ہے

نماز عید پڑھنی منع ہے۔ اس جرم میں ہم کو
سزا دی ہے کہ تنہائی میں چلکی میں دن پیسوا
مگر اس کا یہ مطلب ہے کہ تیل کشی جماعت کو
خدا توفیق دے تو یوں ہی احمق تیس دن پیسوا

بے بال و پری ہوا و نفس دانہ ہونے انکو پانی ہے
اس عہد میں ہر جو قدر اپنی کوتاہی بہت کچھ شرح اسکی
صیاد عدل پر تیم کیا تو بھی انگلستان ہی ہے
ہیرن کا یہ جلا احمق تم سالانہ ہندستانی ہے

فتح گدھ کے جیل میں بولا تھا اَلو ایک دن
ہیں یہاں بھی آج انہیں حضرت کی نعمتیں
اگرے بھیجے گئے ہم لوگ فوراً جسکے بعد
دیکھئے ہو کس طرف کا کوچ اپنا اسکے بعد

لکھنؤ کا جیل اور یہ گوشہ تاریک و تنگ
شریت و فالودہ دبر فابک یاں ذکر کیا
یہی کی تابشیں یہ گرمی باز اِصوم
پیکے اونٹے ہوئے پانی سے ہر اِفظ اِصوم

گرمیوں میں ہیں جو روزے تو یہ جیل کا ہے حکم
چھوڑیں سونگھ کے جس دان کو کتے احمق
ہم کو پانی نہ دیا جائے نہانے کیلئے
 رمضان میں ہمیں دیجاتی ہے کھانے کیلئے

گھلا ہے جیل کا دروازہ جب کا جی چاہے
یہ کیا ضرور ہے بس اسکی رائے پر ہو عمل
معافی مانگ لے جیل سے اور گھر جائے
جو چاہتا ہو اسی کش کش میں مر جائے

گئے وہ دن کہ تھا جب اختلافِ ہند و مسلم
دکھا دو اپنی قوت اپنے دشمن کے مقابل میں
بس اب اک دوسرے کے مومن و عنخوار ہو جاؤ
وہ پتھر ہے تو تم اک آہنی دیوار ہو جاؤ

اگر آزادی قوم و وطن کی دل سے خواہش ہو
پھر اس کے بعد نکلوشیرز کی طرح میدان میں
تو پہلے اختلاف باہمی کو طاق پر رکھ دو
کہ جب کو سامنے دیکھو کلیجہ چیر کر رکھ دو

جس سے رشتہ جیل میں جوڑا
چل ہی دئے آخراے احمق
اس نے ساتھ ہمارا چھوڑا
نارائن پرشاد اردوڑا

رام پرشاد مصر کی سی تو نہ
اُن کے جانے پہ ہے دعا سب کی
جیل بھرس کیس نہیں واللہ
پھر ہیں جلد آئیں یا اللہ

اس واسطے کہ جیل سے منسوب ہو یہ دال
تم کچھ ہی اس کو کیوں نہ کو بھالی تر بھون
ہم کو دل اور جان سے مرغوب ہے یہ دال
ہم تو یہی کہیں گے بہت خوب ہے یہ دال

رُباعیات

خوابانِ خطاب ہوں ہوں طالبِ جاہ شیطان مجھ کو کرے گا کیونکر گمراہ
میں اور انگریز کی خوشامد! کیا خوب! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

دنیا والو! خیالِ دنیا کب تک محویتِ اعتبارِ فرد اکب تک
ہے صلحِ عناصر یہ مدارِ ہستی ظاہر ہے کہ اتفاقِ اعدا کب تک

بس تجھ کو مرے ہی آشیانے کی ہر فکر یا کچھ اپنے بھی آبِ دانے کی ہر فکر
بلبل کا تو گھر ہے باغ، لیکن صیاد تجھ کو بھی کہیں اپنے ٹھکانے کی ہر فکر

مُسلم یہ جفا و ظلم ڈھانے والے سُن لیں کہ یہ کہتے ہیں سُنانے والے
ہم تو باقی رہیں گے انشا اللہ لیکن مٹ جائیں گے مٹانے والے

احباب مناتے ہیں زمانے میں بسنت ہیں عید کی طرح ہر گھرانے میں بسنت
اس ظلم رسیدہ کو کہو اے مداح جسکو آئے ہوں جیل خانے میں بسنت

ہر صبح جو ناشتے میں آتے ہیں چنے کس لطف سے اہل جیل کھاتے ہیں چنے
گھر پر یوں یوڑیاں چباتے تھے نہ ہم جس شوق سے اب یہاں چباتے ہیں چنے

ہے جیل میں زیت کا سہارا تسلا کیوں ہم کو نہ ہو جان سے پیارا تسلا
لوٹا بھی، گلاس بھی، رکابی بھی، غرض ہر کام آتا ہے یہ سہارا تسلا

ہر طرح کے شور و شر سے حاصل ہوا مان بیٹھے ہوئے پڑھتے ہیں مزے میں قرآن
تہائی کی کوٹھری میں آکر مداح حد درجہ ہے اپنے قلب کو اطمینان

بیٹھو تو ہے اک مزے کا مونڈھا تسلا لیٹو تو ہے سر کے لئے تنگیا تسلا
کھانا کھاؤ تو ہے رکابی احق پانی جو پیو تو ہے کٹورا تسلا

زندہ کی غذاؤں میں ہوا سب جھلڑا ہے دال کا بھی چچا یہ بے ڈھب جھلڑا
کیرے ہیں برابر کے تو کنکر ہیں دو چند کیا خوب ہو معجون مر کب جھلڑا

عہ جیل کی اصطلاح میں ساگ کو جھلڑا کہتے ہیں۔

کہئے جو کچھ وہ صاف مُنہ پر کہئے ہر معتبر و خلاف مُنہ پر کہئے
 مانا کہ ہے زید کی شکایت برحق لیکن یہ خطا معاف مُنہ پر کہئے

جس سے جو معاملہ ہو وہ صاف ہے ہر بات میں مد نظر انصاف ہے
 ہے ایک یہی تو چیز جس کے باعث ممتاز جہاں ہمارے اسلاف ہے

مطلب کے دوست، دوست کہتے ہیں ساکتی بنتے ہی کے یسب ہوتے ہیں
 ان کی باتوں میں تم نہ آنا مداح دیکھو یہ خوشامدی غضب ہوتے ہیں

لازم ہے تجھے بُرائیوں سے بچنا چالاکیوں سے صفائیوں سے بچنا
 جو پیار سے تجھ کو کہیں بھائی مداح اُن بردہ فروش بھائیوں سے بچنا

غافل کیوں اس طرح پڑا سوتا ہے کیوں نقد متاع آخرت کھوتا ہے
 چلنا ہے تو سامان سفر کرتیاں کچھ دیر میں قافلہ رواں ہوتا ہے

ایسات متفرق

دعویٰ عہد وفا و عشق ڈس میس ہو گیا وصل میرا رہ گیا ان سے، کرکس ہو گیا

یہ ہمیں جیل کا لباس ملا یا سوراج آشرم کا پاس ملا

چونچ نکالیں ملا ٹوٹنی، شامت آئے نہ کیوں مرغوں کی

کس مزے کی ہیں دائیں کیا غضب کٹھا ٹھیں۔ مولوی حید علی صاحب بھی پونے آٹھ ہیں

شعر دن بھر سنا تے ہیں احمق بس ابانگی یہی مشقت ہے

اٹھئے اور کاتے سُتلی احمق جیل خانہ ہے یہ سسرال نہیں

علہ یہ مخوٹنی صاحب نے ایک اخبار نام چونچ نکالا تھا اس کے ہیڈنگ کے لئے۔
 علہ مولوی حید علی صاحب سینا پوری سکریٹری خلافت کمیٹی مقبوضہ خلع میرٹھ نے ایک کاپی
 دی اور فرمایا اس میں کوئی ایسا شعر لکھ دیجئے جو یاد رہے۔ میں نے یہی شعر لکھ دیا۔ اس
 روز سے آپ پونے آٹھ ہی ہو گئے۔

زلف کے پیچ میں جو آتے ہیں ایک سوسترہ میں جاتے ہیں

اے پولس والو بس اتنی دیر کو کر دو رہا دیکھ آئیں چڑھ کے تانگے پر امین آباد ہم

ٹوکری کر کے ہو کتنا ہی برا رام غلام رئیس صاحب سے ہے اچھا کہ میں بیدام غلام

کس قدر فرحت فرما ہے طالبانِ جنت کی عید ایک تو عید اور پھر زندانِ حق کی عید

بچھڑے ملتے ہیں گلے عید کے دن اے احسن یاں جدا مجھے کئے جاتے ہیں احباب مرے

ہم انھیں اپنا بنائیں گے ضرور ہو نہیں سکتے جو اپنے باپ کے
ہند میں کب تھا نزاع و انشفاق سب یوگن ہیں بند پرورد آپ کے

تیغ قاتل کس قدر پیاسی ہو چکیں خون کی اپنی رگ رگ سرواں میں آج نہریں خون کی

ہزار بار جیوں اور ہزار بار مردوں فرا جو موت میں ہر عمر جاوداں میں نہیں
یہ واقعہ ہے اگرچہ ہمیں نہیں احساس ذلیل ہم سے زیادہ کوئی جہاں میں نہیں
ہر اک جو رستم، ظلم و جفا مجھ نا توں پر ہے دماغ ان کا غرور حسن سے اب آسمان پر ہے
سنتے ہو کیا تم آہیں میرے دل حزین کی اس ہار مونیٹم کے سب راگ بے سُرے ہیں
ظاہری عزت کی وقعت قلبِ عامل میں نہیں تیری محفل میں سہی لیکن ترے دل میں نہیں
سرکار سے حج کا خرچ ملے۔ جدے میں ہو استقبالِ ترا

واللہ کہ قائل ہوں دل سے اے شیخ تری اس فطرت کا

نقد کوڑی نہ ملی پائے خطاباتِ بہت آبرو بڑھ گئی، بننے کا تقاضا نہ گیا
دل گیا، قوم فروشی کی تمنا نہ گئی سر گیا، عہدہ و اعزاز کا سودا نہ گیا
تقدیر نے لکھے تھے یہ دن بھی زندگی میں گزرے گا ماہِ رمضان یوں کالی کوٹھری میں
یہ سجدہ کر بھی بغیر اُس بزم کے سیری نہیں انکے ہاں کتے کی عزت ہے مگر میری نہیں
دم رخصت معافی چاہتے ہیں جھاؤں کی تلافی چاہتے ہیں

یقیناً ہے کسی بھنگی کا یہ اُلو کی دم سال کہ بہیرن کی زباں پر ہر گھڑی رہتا "م سال"
ہے دنا کا مادہ کتنا ہمارے بیل میں وہ بھی کا بنی ہو میں ہر ہم اگر ہیں سیل میں
کھاتے تھے خوب احقر گھر پر پلاؤ قلیا اب جیل میں بھی کھائیں کچرین یہ دال دلیا

ایک شعر

یہ ہشتاد کنی شعر مجل طور پر اگر ڈسٹرکٹ جیل کے مخصوص احباب اور مخصوص مشاغل کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ”فِخْلَاتُنْ“ ہر مصرع میں چالیس مرتبہ آیا ہے۔



ہمیں یاد آتی ہے اب اگرے کے جیل کی وہ صحبت پر لطف کہ تھا عارف خواجہ
خجندی و جمنیدی و جگنا تھ و فراق و سبر و ٹوٹکی و تر پانھی و گوند و کرنا و کیل دیو
عزیز احمد ملکھان و میاں اطہر و ڈیسالی و جوتی و کنورما تھر و گنچور و نیاتی و علی حید
و مصر او میاں شاہد و میر غرض و شاہ صغیر و مکرو بھاشکر و لکشی و مصر و اردرا کے
سب سے وہ مصیبت نگہ ظلم حین زار مرست

کہ رہا کرتی تھی ہر وقت عجب رونق و تفریح کبھی انجن شعر و سخن اور وہ احباب کے
و بچپ ترانے کبھی جلسے کبھی لکچر کبھی اسپچ کبھی محفل میلاد مقدس کبھی دعوت کبھی
گانا کبھی شطرنج کے میچ اور کبھی بزم بہائم، وہ ہر اک صبح نماز سحر و آستی و حمد وہ شہر
ہوں پر ارتھنا گئی پو جاہد کبھی وہ اکھاڑے کی بہاریں غرض ایسی ہی ہزاروں
حقین وہ باتیں کہ ہو کر تھیں عجب اظہار مرست



چند مطبوعاتِ جامعہ

مضامین رشید

پروفیسر رشید احمد صدیقی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اُردو کے چند منتخب لکھنے والوں میں ہیں خصوصاً ان کی مزاحیہ نگاری ملک کے ہر طبقہ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ ان کے مزاحیہ مضامین کا ایک مجموعہ، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے شائع کیا ہے۔ یہ مضامین کیا ہیں دریاے لطافت سے سینیچی ہوئی کشتِ زعفران، تر و تازہ، شاداب اور فرحت بخش کتاب کی ظاہری خوش نمائی میں بھی حاصل ہتمام کیا گیا ہے قیمت مجلد ۷۰

دلی کا سنبھالا

دہلی مرحوم کی داستان الم۔ از خواجہ محمد شفیع دہلوی
تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھوڑنا نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز
مرحوم دہلی کے عروج کے آخری ایام کی مرقع نگاری دہلی کی اس ٹکسالی
زبان میں کی گئی ہے جو اب نابود ہے۔ انداز بیان ایسا مؤثر ہے، کہ دل
بے اختیار ہو جاتا ہے۔

قیمت ۷۰

میری کہانی

پنڈت جواہر لال نہرو کی آپ بیتی کا اردو ترجمہ نہایت سلیس اور شگفتہ زبان اور اصل انگریزی کی طرح زور بیان۔ ہندوستان کی موجودہ سیاسی تاریخ پر ایک بے نظیر کتاب ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر معلوم کیجئے کہ نوجوانوں کے قائد اعظم نے ہماری تحریک اور ہمارے رہنماؤں کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کی ضخامت ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہے لکھائی اچھائی اور کاغذ سب اچھا ہے۔ بہت سی تصویریں بھی دی گئی ہیں قیمت مجلد دو حصے۔ للہ۔

بنی اسرائیل کا چاند

مصنفہ رائڈر سہیگرڈ، مترجمہ عبد المجید حیرت بی لے (علیگ) فرعون کا دور حکومت، شاہزادہ سیٹی دلی عہد سلطنت کی عدل و انصاف کے لئے معزولی، عبرانیوں پر مظالم، ایک عبرانی لڑکی میراپی کے حیرت انگیز کارنامے مصر پر خدائے بنی اسرائیل کی طرف سے پے در پے مختلف قسم کی دہائیں بنی اسرائیل کی آزادی۔ فرعون کی مہلک غرقابی اور سیٹی و میراپی کے تعلقات کی دلگداز داستان قیمت مجلد چار۔

میدانِ عمل

سعۃ بیہم ہے نشانِ قیوم شانِ کوہکن عشق نے آباد کر ڈالے ہیں شت و کوہسار
ملک کے مشہور و معروف ادیب منشی پریم چند کا بے نظیر ناول جو ان کے تمام کچیلے

کارناموں پر بھاری ہے۔ میدانِ عمل میں ملک کی موجودہ بیدار اور بے چین روح کی ایک جھلک ہے۔ اس ناول کے افراد کوئی خیالی اشخاص نہیں کہ جن سے اگر نیکی ہوتی ہے تو ایسی کہ ان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈھے سے نہیں ملتی اور اگر انہیں گنہگار یا مجرم دکھایا جاتا ہے تو ایسا کہ شیطان بھی بازی ہار جائے میدانِ عمل میں اس دور کے وہ زندہ انسان ہیں جن سے نیکی اور بدی۔ رہنمائی اور بے راہ روی دونوں ممکن ہیں۔ وہ محبت کرنے اور محبت کی آگ میں اپنا سب کچھ جلا کر خاکستر کر دینے کے اہل ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ہندوستان کا مستقبل ہے اور ان کے کارناموں پر کرداروں انسانوں کی فلاکت کا بار۔

ایسے اشخاص کی زندگی کی داستان ہر محبِ وطن پڑھنا پسند کرے گا خصوصاً اس حالت میں جب کہ منشی پریم چند کے سحر طراز قلم نے انہیں صفحہ قرطاس پر جیتی جاگتی ہستیاں بنا دیا ہو۔ قیمت مجلد دیگر
شعلہ طور (طبع ثانی)

حضرت جگر مراد آبادی کا مکمل دیوان جس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں لائے فروخت ہو گیا۔ اور جو نئی ترتیب اور بہت کچھ تازہ کلام کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ قریبِ انجام ہے جلد فرمائش بھیجے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا قیمت دیگر
کلام جو ہر

مولانا محمد علی کے سارے کلام کا مجموعہ (چوتھا ایڈیشن) قیمت ۸

بیوہ

منشی پریم چند آنجھانی نے ایک بیوہ کے حالات دردناک سیرایہ میں لکھے ہیں ایک بیوہ کی ترغیبات، اس کی اکھنوں اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنیکی کوششوں کو بہترین طریقہ سے پیش کیا ہے۔ ضمناً یہ بھی بتایا ہے کہ ایک بیوہ کو کیسی زندگی بسر کرنی چاہیئے قیمت مجلد ۷۰

واردات

منشی پریم چند آنجھانی کے جادو نگار قلم کے ۱۳ تازہ ترین مختصر افسانوں کا مجموعہ یہ افسانے ہماری معاشرت اور سماج کی تصویریں ہیں جو افسانوں کی شکل میں منشی صاحب آنجھانی نے پیش کی ہیں۔ کاغذ طباعت اعلیٰ تقریباً ۱۰۰ صفحات۔

قیمت مجلد صرف ۷۰

ضبطِ نفس اور نفس پرستی

مہاتما گاندھی کی ایک مشہور کتاب کا اردو ترجمہ۔ از جناب اکٹر سید عابد حسین صاحب اس میں نوجوانوں کو بہت مفید اور عملی مشورے دئے گئے ہیں جن پر عمل کر وہ اپنی زندگی کا میاب بنا سکتے ہیں اور اپنی صحت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ چاہیئے کہ اسے بٹا دی شدہ وغیر شادی شدہ دونوں بغور پڑھیں۔ قیمت ۱۰۰

ملاش حق

مہاتما گاندھی کی آپ بیتی کا اردو ترجمہ۔ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب

یہ وہ کتاب ہے کہ عوام و خواص دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ عام طور پر اسے پسند کیا گیا ہے۔ دونوں حصوں کا حجم تقریباً (۷۵۰) صفحات ہے اور مہاتما جی کے (۷) نوٹوں کے لئے ہیں

قیمت { جلد اول ۷/-
جلد دوم ۷/-

قوم کی آواز

مہاتما گاندھی کی گول میز کانفرنس کی تقریروں کا مجموعہ اور سفر یورپ کے حالات مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ انگلستان کے مختلف طبقوں اور مختلف انجیال لوگوں سے مہاتما جی کے مکالمات و تبادلہ خیالات کا آئینہ اور آئندہ سیاسی و معاشرتی حالات پر غائر نظر جمع تقریباً (۴۰۰) صفحات۔ قیمت ۷/-

خادومات خلق

یورپ امریکہ کی ممتاز اور نیک خواتین کے حالات جنہوں نے انسانی سہمدردی کی خاطر اپنی جانیں خطر میں ڈال کر دوسروں کی مدد کی۔ قیمت ۱۰/-

سیرت محمد علی

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی مفصل و مبسوط سوانح عمری اور باب فوق جلد توجہ

(زیر طبع)

فرمائیں

مکتبہ جامعہ دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ۔

۸۹۱۵۳۳۱۶

۴-ز

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ پر یہ دیرانہ لیا جائے گا۔

[illegible]

